TEXT FLY WITH IN THE BOOK ONLY

UNIVERSAL
LIBRARY
OU_224918
UNIVERSAL
LIBRARY

جملہ حقوق محفوظ

اصول فلسفۂ سیاستِ مدن

المعروف بہ

قوانینِ دولت

جس کو

مولوی خواجہ غلام الحسنین صاحب

انسپکٹر مدارس صوبۂ گلبرگہ شریف (دکن)

نے

عام شائقین اور بالخصوص اُردو دان طلبۂ مدارس

کے فائدہ کے لئے ہاریس بیل صاحب کی انگریزی کتاب

موسوم بہ لاز آف ویلتھ سے

باضافہ بعض امور ضروریہ سلیس اور عام فہم اُردو زبان میں ترجمہ کیا

۱۹۰۴ء

بحسن اہتمام مولوی سید ممتاز علی مالک مطبع

مطبوعہ رفاہ عام سٹیم پریس لاہور

تعداد جلد ۵۲۵

قیمت فی جلد عہ

دیباچہ

پولیٹکل اکانومی (سیاست مدن) ایسا ضروری اور بکار آمد علم ہے کہ بادشاہ سے لیکر کاشتکار تک کو اس کی واقفیت نہایت ضروری ہے۔ قدیم زمانہ میں سیاست مُدن کو فلسفۂ اخلاق کا ایک جزو قرار دیا گیا تھا۔ مگر آج کل جس طرح اور علوم و فنون میں ترقی ہوئی ہے سیاست مُدن بھی بجائے خود ایک مستقل علم بن گیا ہے اور اب اُس کا دائرہ نہایت وسیع ہو گیا ہے۔

اُردو زبان میں جہاں دیگر علوم و فنون کی کتابوں کا کال ہے سیاست مُدن کی خاصکر ایسی کتابیں بھی کمیاب ہیں جو ابتدائی جماعتوں کی سمجھ کے لائق ہوں اس لئے جس مدت سے میرا خیال تھا کہ انگریزی سے اس فن کی ابتدائی کتاب کا اُردو میں ترجمہ کیا جائے جس سے اُردو دان لوگ عموماً اور مدارس کی ابتدائی جماعتوں کے طلبہ خصوصاً مستفید ہو سکیں چنانچہ پاریس بیل صاحب کی کتاب لاز اوف ویلتھ (قوانین دولت) کو ان صفات سے موصوف پاکر اس کا اُردو ترجمہ شائع کرتا ہوں۔

اس کتاب کا ترجمہ لفظی نہیں کیا گیا بلکہ اُردو روزمرہ اور طرز بیان کا لحاظ مقدم طور پر رکھا گیا ہے۔ میرے نزدیک خاصکر علمی کتابوں کے ترجمہ میں اس اصول کو ملحوظ رکھنا نہایت ضروری ہے۔ اصل کتاب میں حاشیہ کے نوٹ نہیں ہیں اور نہ مفصل فہرست مضامین ہے۔ میں نے بغرض سہولت اپنی طرف سے ترجمہ میں یہ دونو چیزیں بڑھا دی ہیں۔ اس کے علاوہ حسب ضرورت موقع بہ موقع اصل مضمون کی مزید تشریح کر دی ہے۔

مجھے امید ہے کہ اپر پرائمری جماعتوں کے لڑکے اُستاد کی مدد سے بآسانی اس کتاب کے مضامین کو سمجھ سکیں گے اور مڈل کے طلبہ کو بطور خود اُن کے

سمجھنے میں کوئی دقت لاحق نہ ہوگی۔ اگر افسران سررشتہ تعلیم لڑکوں اور لڑکیوں کے مدرسوں میں ابتدائی جماعتوں کے نصاب تعلیم میں اس رسالہ کو داخل کردیں تو اس رسالہ کا مطالعہ بچوں کے حق میں یقیناً مفید ہوگا۔ طلبہ مدارس کے علاوہ عام لوگوں کے لئے بھی اس کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا۔ کیونکہ اردو میں اس علم کی کتابوں کی کمیابی کی وجہ سے اکثر پڑھے لکھے آدمی بھی ان مسائل سے واقف نہیں ہیں۔ انگریزی کتاب کی قیمت ۸ ہے۔ مگر عام اشاعت کے خیال سے ترجمہ کی قیمت صرف ۴ رکھی گئی ہے جو کتاب کی ضخامت۔ لکھائی۔ چھپائی وغیرہ کے لحاظ سے زیادہ نہیں ہے۔

اس کتاب پر عالی جناب مولانا مولوی خواجہ الطاف حسین صاحب حالی مدظلہم العالی نے نظر ثانی فرماکر جو رائے تحریر کی ہے اس کو کتاب کے آخر میں ملحق کردیا گیا ہے۔ فقط

گلبرگہ
اکتوبر سنہ ۱۹۰۳

خاکسار
غلام الحسنین

رسالۂ ہٰذا

باسمِ گرامی

جناب نواب محسنُ الدّولہ محسنُ الملک

مولوی سیّد مہدی علی خان بہادر

سکرٹری مدرسۃ العلوم مسلمانان علیگڈھ

و محمّڈن ایجوکیشنل کانفرنس

باظہارِ شُکریہ

مساعی جمیلہ کہ آں ممدوح الصفات

در اشاعتِ تعلیم و اصلاحِ قوم بکار بُردہ اند

باادب تمام

معنون کردہ شد

غلام الحسنین

فہرست مضامین قوانین دولت

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	باب اوّل۔ دولت کا پیدا کرنا	
۱	تمہید	۱
۲	دولت کی تعریف	۲
۳	قوانین دولت میں کن کن امور سے بحث ہوتی ہے	"
۴	دولت کی تعریف سمجھنے کے لئے مثالیں	"
۵	حصول دولت کے اسباب	۳
۶	سرمایہ کی تعریف اور اُس کی مثالیں	"
۷	زمین کی عظمت۔ دولت پیدا کرنے کا ذریعہ صرف زمین نہیں ہے	۴
	محنت کی دو قسمیں (۱) مفید اور مُثمر (۲) غیر مفید اور غیر مُثمر	۵
۹	دماغی محنت	"
۱۰	محنت کی تقسیم	۶
۱۱	اجتماع قوت	۷
۱۲	کاریگر کی ہنرمندی اور دیانتداری سے محنت کی قدر بڑھ جاتی ہے	۸
۱۳	سرمایہ کی مزید تشریح	۹
۱۴	سرمایہ کے استعمال کی ایک اور مثال	۱۰
۱۵	سرمایہ کا اچھا اور بُرا استعمال	۱۱
۱۶	ملکی ترقی کے لئے امن و آسایش کی ضرورت	"
	باب دوم۔ قیمت اور روپیہ	
۱۷	"ویلیو" اور "پرائس"	۱۲
۱۸	قیمت حقیقی کی تعریف	"

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۹	قیمت حقیقی میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی	۱۲
۲۰	قیمت رقمی کی تعریف	۱۳
۲۱	رقمی قیمت میں کمی بیشی ہو سکتی ہے	۱۴
۲۲	روپیہ کے استعمال سے پہلے قدیم زمانہ میں کیونکر تجارت کرتے تھے	"
۲۳	روپیہ کے مفید و بکار آمد ہونے کے لئے تین ضروری شرطیں	۱۵
۲۴	پہلی شرط کی ضرورت	"
۲۵	دوسری شرط کی ضرورت	۱۶
۲۶	تیسری شرط کی ضرورت	۱۷
۲۷	یہ ضرور نہیں کہ روپیہ سے مراد دولت ہو	"
۲۸	نوٹ بھی ایک قسم کا روپیہ ہے	۱۸
۲۹	سکہ رائج الوقت	"
	باب سوم۔ ضروریات زندگی کے اخراجات	
۳۰	بغیر مانگ کے کسی چیز کی قیمت نہیں ہوتی۔	۲۰
۳۱	کسی چیز کی قیمت صرف محنت پر منحصر نہیں ہے	۲۱
۳۲	اشیا کی قیمت کے گھٹنے بڑھنے کے اسباب	"
۳۳	غلہ کا زیادہ ارزان ہونا بھی ملک کی تباہی ہے	۲۲
۳۴	پیداوار زمین کی قیمت کیونکر مقرر کی جاتی ہے اور اس کی ایک مثال	۲۳
۳۵	زراعتی پیداوار کی قیمت میں کمی بیشی واقع ہونے کے اسباب	۲۴
۳۶	خوراک کی ضرورت سب سے مقدم ہے	۲۶
۳۷	غلہ وغیرہ کی قیمت چند سال کی اوسط پیداوار کے لحاظ سے مقرر کی جاتی ہے۔	۲۷
۳۸	اشیائے مصنوعہ کی قیمت کیونکر قرار دی جاتی ہے	"

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۹	بیان مذکور کی تشریح ایک مثال کے ذریعہ سے	۲۸
۴۰	کیا وجہ ہے کہ اشیائے مصنوعہ کی قیمت عموماً مستقل رہتی ہے مگر پیداوار زمین کی قیمت میں اکثر کمی بیشی ہوتی رہتی ہے؟	۳۰
۴۱	نرخ نامے تعین نرخ کے فوائد اور نقصانات	۳۱
۴۲	اشیائے مصنوعہ کی قیمت شرح اجرت کی کمی بیشی پر منحصر نہیں ہے	۳۳
	باب چہارم۔ سود اور منافع	
۴۳	تین بڑے بڑے اسباب جو شرح سود پر مؤثر ہوتے ہیں	۳۵
۴۴	پہلے سبب کی تشریح	۳۶
	ہندوستان کی مفلسی کا بڑا سبب اسراف ہے	۳۸
۴۶	سلطنت کا استحکام اور امن و امان بھی شرح سود پر مؤثر ہوتا ہے	"
۴۷	دوسرے سبب کی تشریح	۳۹
۴۸	تیسرے سبب کی تشریح	"
۴۹	منافع کی تعریف اور سود و منافع کا فرق	۴۰
۵۰	منافع کی تقسیم اور کمی بیشی منافع کی وجوہات	۴۱
	باب پنجم۔ زمین کا لگان	
۵۱	لگان کا مسئلہ نہایت غور طلب ہے	۴۳
۵۲	لگان کے معنی اور تقرر لگان کے اصول	"
۵۳	لگان عموماً دستور کے لحاظ سے مقرر کئے جاتے ہیں	۴۵
۵۴	لگان کی معافی کا نتیجہ	"
۵۵	حقوق مالکانہ اراضی کی قسمیں	۴۶
۵۶	بنگالہ کا لگان	۴۷

نمبرشمار	مضمون	صفحہ
۵۷	جدید قانون لگان	۴۹
۵۸	لگان زیر حکومت سرکار انگریزی اور اُس کی مقدار بمقابلہ زمانہ شاہانِ سلف	"
	بابِ ششم - ٹیکس یا محصول	
۵۹	ٹیکس کی ضرورت - ٹیکس لگانے کا اختیار کس کو حاصل ہے ؟	۵۰
۶۰	غیر منتظم سلطنتوں میں ٹیکس کی وصولی	۵۱
۶۱	وصولی ٹیکس کے متعلق چار بڑے بڑے قانون	۵۲
۶۲	پانچواں قانون	۵۳
۶۳	پہلے قانون کی تشریح	"
۶۴	دوسرے قانون کی تشریح	۵۴
۶۵	تیسرے قانون کی تشریح	"
۶۶	چوتھے قانون کی تشریح	۵۵
۶۷	پانچویں قانون کی تشریح	"
۶۸	سیلف گورنمنٹ	۵۶

اصول فلسفۂ سیاست مدن

المعروف بہ

قوانین دولت

باب اوّل

دولت کا پیدا کرنا

دولت کی تعریف۔ زمین۔ محنت اور سرمایہ۔ دولت کا ذریعہ صرف زمین نہیں ہے۔ محنت کی تقسیم۔ سرمایہ کا اچھا اور برا استعمال

تمہید

جب ہم دولت یا دولت مند آدمی کا ذکر کرتے ہیں۔ تو ان لفظوں کا مطلب ہر شخص سمجھتا ہے۔ مگر حقیقت میں دولت کا صحیح مفہوم اسقدر غور طلب ہے کہ ممالک یوروپ کے دانشمند مدت ہا مدت تک اس امر پر غور و خوض کرتے رہے ہیں اور اس ضروری مضمون پر نہ صرف سوداگروں بلکہ ہر جماعت کے لوگوں کی ہدایت کی غرض سے بہت سی

کتابیں لکھی گئی ہیں۔ جو والیٔ ملک قوانین دولت سے بخوبی واقف نہ ہو آج کل کے زمانہ میں اُس کو قابل حکمرانی نہیں سمجھا جاتا۔

دولت کی تعریف

ہم اس بات کو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ دولت کے معنی مختلف لوگوں کی حالت کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں جو شئے ایک آدمی کے لئے دولت ہے۔ وہی شئے دوسرے کے لئے مفلسی ہے۔ ہاں اگر ہم **دولت کی تعریف** ان لفظوں میں بیان کریں کہ "دولت وہ شئے ہے جس کا معاوضہ کسی دوسری شئے سے ہو سکتا ہے" تو البتہ یہ تعریف ہر شخص کی حالت کے مناسب ہوگی۔

قوانین دولت میں کن کن امور سے بحث ہوتی ہے

قوانین دولت میں اس قسم کے مضامین شامل ہیں۔ حقوق مالکانہ اراضی۔ محنت کا کام میں لانا۔ روپیہ یا سیم و زر کی قیمت میں تغیر و تبدل۔ تشخیص محصول کے اصول۔ اُن اسباب پر غور کرنا جو ملک کی آبادی کی کمی بیشی پر مؤثر ہوتے ہیں۔ یہ تمام باتیں اور اور بھی بہت سی چھوٹی چھوٹی باتیں انسانی دولت کے مضمون سے متعلق ہیں یہ سب باتیں باہم ذگر وابستہ یا ایک دوسرے پر منحصر ہیں۔ دولت کے صحیح معنی جو ابھی ہم نے بتائے ہیں۔ یعنی وہ شئے جس کا معاوضہ دوسری شئے سے ہو سکتا ہے۔ اُن کو شروع ہی میں صاف طور پر ذہن نشین کر لینا چاہئے۔ کیونکہ اگر یہ شرط (یعنی ایک شئے کے معاوضہ میں کوئی دوسری شئے کا بہم پہنچ سکنا) پوری نہ ہو اور کسی شخص کے پاس سونا چاندی مکان زمین غلہ وغیرہ سب کچھ موجود ہو تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اُس نے دولت حاصل کی ہے۔

دولت کی تعریف سمجھنے کے لئے مثالیں

ہم اس بات کو مثالوں کے ذریعہ سے ذہن نشین کرتے ہیں۔

ایک شخص کے پاس گیہوں کے کھتے کے کھتے بھرے پڑے ہیں اور گیہوں کے سوا اُس کے پاس اور کچھ نہیں ہے مگر کسی کو اس غلہ کے خریدنے کی ضرورت نہیں تو ایسا شخص دولت مند نہیں ہے۔ وہ صرف غلہ پر زندگی بسر نہیں کرسکتا۔ کیونکہ اُس کو پہننے کے لئے کپڑے سینے کھانا پکانے کے لئے برتن بھانڈے رہنے کے لئے مکان کھیتوں میں کام کرنے کے لئے بیل اسی طرح اور بہت سی چیزوں کی ضرورت ہے اور ان چیزوں کو خریدنے کے لئے اس کو معاوضہ میں کچھ نہ کچھ دینا ضرور ہے۔

علی ہذا القیاس اگر کسی شخص کا گھر چاندی سونے سے بھرا ہوا ہو اور وہ ایسے ملک میں رہتا ہو جہاں چاندی سونا دیکر کسی دوسری شئے کا خریدنا ممکن نہ ہو (چنانچہ بعض وحشی ملکوں میں یہی حالت تھی بلکہ اب بھی ہے) تو ایسا شخص دولت مند نہیں کہلائے گا۔

اسی طرح جس شخص کے پاس قحط کے موسم میں مثلاً ہزار بیل ہوں اُس کو بھی دولت مند نہیں کہہ سکتے کیوں کہ ایسے وقت میں کسی کو بیلوں کے خریدنے کی ضرورت نہ ہوگی۔

حصول دولت کے اسباب

آؤ پہلے اس بات پر غور کریں کہ دولت کیونکر پیدا ہوتی ہے۔ حصول دولت کے لئے بوساطت خواہ بلا وساطت یہ تین چیزیں سب سے زیادہ ضروری ہیں۔ یعنی محنت۔ زمین۔ سرمایہ۔ پہلی دو چیزوں کو سب سمجھتے ہیں۔ مگر تیسری چیز سمجھانے کے لئے کسی قدر تشریح کی ضرورت ہے۔

سرمایہ کی تعریف اور اس کی مثالیں

سرمایہ وہ دولت ہے جس کو اور زیادہ دولت پیدا کرنے کے واسطے بچا کر رکھا جاتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ ہمارے پاس زراعت کے لئے زمین تیار ہو اور اُس پر کام کرنے کے لئے محنت کرنے

والے لوگ یا مزدور بھی آمادہ ہوں مگر جب تک ان لوگوں کو دینے کے واسطے ہمارے پاس مزدوری یا خوراک موجود نہ ہو۔ ہم زراعت کا کام نہیں شروع کرسکتے۔ پس ضرور ہے کہ کوئی شخص اس مقصد کے واسطے کچھ پس انداز کر کے رکھ چھوڑے۔ اسی کو سرمایہ کہتے ہیں اس کے سوا سرمایہ کی ایک اور قسم بھی ہے یعنی **آلات زراعت** (مثلاً ہل۔ رہٹ) **مویشی مکانات** یہاں تک کہ وہ **ہنر اور تجربہ** بھی جو زراعت کا کاروبار چلانے کے لئے ضروری ہیں سرمایہ میں داخل ہیں ان سب چیزوں کو پہلے ہی سے حاصل کر کے محفوظ رکھتے ہیں تاکہ زراعت شروع کرتے وقت اُن سے کام لیا جائے اگر یہ چیزیں موجود نہ ہوں تو ہمارا کام بہت کم چل سکتا ہے۔ یا بالکل چل ہی نہیں سکتا۔ **پس ہل۔ مویشی اور تخم کاشتکار کا سرمایہ ہیں** اسی طرح **آلات زراعت** اور **نجاری کا ہنر** جو نجار نے اپنے سرمایہ سے حاصل کیا ہے اور وہ **نقدی یا خوراک** بھی جو نجار نے اپنے کام کی اجرت ملنے تک اپنے گزر اوقات کے لئے بچا رکھی تھی **یہ سب چیزیں کاشتکار کا سرمایہ ہیں۔**

اب ہم ان تینوں چیزوں **زمین۔ محنت** اور **سرمایہ** پر جداگانہ بحث کریں گے۔ اور ان کے مختلف فوائد کو اچھی طرح سمجھانے کی کوشش کریں گے۔

زمین کی عظمت۔ دولت پیدا کرنے کا ذریعہ صرف زمین نہیں ہے

سب سے پہلے زمین کو لیتے ہیں۔ دولت کے پیدا کرنے میں سب سے زیادہ ضروری چیز زمین ہے۔ جتنی چیزیں آدمی کے کام آتی ہیں اصل میں زمین ہی کی پیداوار ہیں۔ کپڑے جو ہم پہنتے ہیں۔ خوراک جو ہم کھاتے ہیں لکڑی جو ہم جلاتے ہیں۔ تیل جو گھروں میں رات کے وقت اُجالا

کرتا ہے۔ اور گھر کا اسباب اور سامان بھی سب زمین سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس سے شاید ہم کو یہ خیال پیدا ہو جائے کہ زمین ہی دولت کا سرچشمہ ہے۔ لیکن غور کرنے سے ہم کو جلد معلوم ہو جائے گا کہ زمین سے دولت پیدا کرنے سے پہلے محنت اور سرمایہ دونوں کی ضرورت ہے جب تک زمین میں ہل نہ چلائیں بیج نہ بوئیں اور پانی نہ دیں اُس وقت تک زمین سے فصل حاصل نہیں کر سکتے۔ اور اسی وجہ سے محنت کی ضرورت ہے۔ اور محنت کو کام میں لانے سے پہلے سرمایہ یعنی ہل۔ مویشی اور مزدوروں کی تنخواہ بھی درکار ہے۔ اب ہم محنت کے مفہوم کی نسبت عام خیال قائم کر سکتے ہیں۔

محنت کی دو قسمیں (۱) مفید اور مثمر (۲) غیر مفید اور غیر مثمر

محنت کی تعریف اس طور پر کی گئی ہے کہ "محنت وہ چیز ہے جس کے ذریعہ سے بعض چیزوں سے دوسری چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور ان چیزوں کو ان کی مناسب جگہ پر رکھا جاتا ہے" یہ تشریح۔ مفید محنت پر صادق آتی ہے اور ہم کہ سکتے ہیں کہ جس محنت کے ذریعہ سے چیزوں کو بے موقع یا نامناسب جگہ پر رکھا جائے وہ غیر مفید محنت ہے مثلاً جو محنت کنوئیں کھودنے نہریں یا ریل کی سڑکیں بنانے زمین کے بونے جوتنے۔ یا کسی ایسے کام میں صرف ہو۔ جو رفاہ عام اور عامہ ناس کی بہبودی کا باعث ہو وہ مفید مثمر۔ بار آور یا نتیجہ خیز محنت ہے۔ اگر روپیہ ایسے کاموں میں صرف کیا جائے جن سے کوئی منافع یا معاوضہ حاصل نہ ہو مثلاً عیش و عشرت۔ امیرانہ لباس یا عالی شان عمارت میں روپیہ خرچ ہو تو اس تمام محنت کو غیر مفید اور غیر مثمر کہیں گے۔

دماغی محنت

مفید محنت کی ایک اور قسم بھی ہے۔ جس سے اکثر دولت حاصل

ہوتی ہے اگرچہ براہ راست حاصل نہ ہو۔ یہ دماغی محنت ہے جو محرروں
ساہوکاروں۔ عہدہ داروں۔ بلکہ خود والئی سلطنت کے کام میں صرف
ہوتی ہے۔ اِن لوگوں کی محنت اِس قسم کی تو نہیں ہے جس سے کوئی ایسی
چیز حاصل ہو سکے جس کو ہم اپنے ہاتھ سے چھو سکیں۔ یا خرید و فروخت کر
سکیں مگر بات یہ ہے کہ ایسی محنت کے بدون دنیا کا کاروبار چل نہیں سکتا
اسی وجہ سے اِس قسم کی محنت بھی مفید اور ضروری ہے۔

محنت کی تقسیم

محنت کی تقسیم سے جو فائدہ حاصل ہوتا ہے یورپ کے لوگ
اُس کی ضرورت و عظمت کو خوب سمجھتے ہیں۔ محنت کی تقسیم کا صرف
یہی مطلب نہیں ہے کہ ہر شخص کو اُس کے خاص کام یا پیشہ میں مشغول
رکھا جائے بلکہ ہر کام اور ہر پیشہ میں یہاں تک کہ ہر ایک چیز کے
بنانے میں یہ بات ہمیشہ مفید ہوتی ہے کہ حتی الامکان کام کو تقسیم کر دیا
جائے۔ مثلاً ایک سوئی کے بنانے میں آٹھ دس مختلف آدمی
کام پر لگائے جاتے ہیں ایک شخص فولادی تار کے ٹکڑے کاٹتا
ہے اور اِس کے سوا دوسرا کام نہیں کرتا۔ دوسرا شخص تار کے ٹکڑوں
میں سوراخ کرنے کے سوا اَور کچھ نہیں کرتا۔ تیسرا شخص اِن سوراخوں کو جدا
دیتا ہے۔ چوتھا شخص سوئی کو نوک دار بنا دیتا ہے۔ اِسی طرح
اور لوگ بھی ایک ایک کام کرتے ہیں یہاں تک کہ سب سے پچھلے
آدمی کا یہ کام ہوتا ہے کہ سوئیوں کے چھوٹے چھوٹے فلیتے بنا کر رکھے
چونکہ ان میں سے ہر ایک شخص کو ایک ہی کام کرنا پڑتا ہے اِس لئے اُس کو
اپنے کام میں رفتہ رفتہ ایسی مہارت ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی دوسرا شخص
سوئی بنانے کے تمام مختلف کاموں کو خود اپنے ہاتھ سے کرنا چاہے تو جس قدر

کام دوسرے شخص کے ہاتھ سے نکل سکتا ہے اُس سے کہیں زیادہ کام پہلا شخص اُسی قدر عرصہ میں پورا کر لیتا ہے۔ اِس ترکیب سے کام بہت جلد ہوتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ زیادہ سستا پڑتا ہے۔ یہ تقسیمِ محنت ہی کی برکت ہے کہ روئی اگرچہ ہندوستان سے انگلستان جاتی ہے پھر بھی ہندوستان کی نسبت انگلستان میں (کلوں کی مدد سے) بہت زیادہ سستا کپڑا تیار ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ہندوستان میں بسا اوقات ایک ہی شخص روئی کو صاف کرتا ہے وہی سوت کاتتا ہے اور وہی کپڑا بُنتا ہے۔

دیوار بنانے میں تقسیمِ محنت کی عمدہ مثال ہے ایک آدمی اینٹیں بناتا ہے۔ دوسرا صندلا بناتا ہے۔ تیسرا اُس کو اُٹھا کر پاڑ پر لیجاتا ہے۔ کوئی اینٹ لاتا ہے کوئی پانی لاتا ہے۔ غرض کوئی کچھ کام کرتا ہے کوئی کچھ۔ یہاں تک کہ معمار اینٹ کو ٹھیک موقع پر لگا دیتا ہے۔ اب غور کرو کہ اگر معمار ہی سب کام اپنے ہاتھ سے کرتا تو شاید وہ اچھی دیوار نہ بنا سکتا۔ اور اُس کو دیوار کی تیاری میں بہت زیادہ مدت لگتی۔ غرض دیوار مہنگی کی مہنگی پڑتی اور بُری کی بُری بنتی۔

اجتماعِ قوت

محنت کے دوسرے پہلو پر نظر کی جائے تو اُس کو **اجتماعِ قوت** کے نام سے موسوم کر سکتے ہیں یعنی اکٹھے مل جل کر کام کرنا۔ جب ہم ایک بڑے پتھر کو کسی بلند عمارت یا پل پر چڑھانا چاہتے ہیں تو اس محنت کی ایک مثال ہم کو نظر آتی ہے۔ بہت سے آدمی مل کر اُس کو سرکاتے ہیں۔ اور چستی کے ساتھ اوپر چڑھاتے ہیں۔ ایک آدمی سے بغیر مدد کے شاید یہ کام کبھی نہ ہو سکتا۔ اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ تین چار آدمی آسانی سے ریل کی

ایک گاڑی کو ریل کی سڑک پر دھکیل کر لے جاتے ہیں۔ مگر اکیلے آدمی سے یہ کام کبھی نہیں ہو سکتا۔ جب تک کسی کل سے مدد نہ لی جائے۔ اِس طریقہ سے کام کو پورا کرنا یا بعبارت دیگر دولت کا پیدا کرنا دنیا کے تمام کاروبار میں دیکھا جاتا ہے۔

کاریگر کی ہنرمندی اور دیانت داری سے محنت کی قدر بڑھ جاتی ہے

ہمیں اس بات کو بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ کاریگر کی عقل و ہنر اور دیانت داری کی وجہ سے محنت کی قدر بہت کچھ بڑھ جاتی ہے لیکن اگر کاریگر ٹھوٹ اور بددیانت ہو تو جو کام اُس کو کرنا ہے اُس کا مصالحہ اکثر ضائع و برباد ہو جاتا ہے کاریگر اور اُس کا مالک دونو بدنام ہو جاتے ہیں۔ ٹھوٹ سے ٹھوٹ اور احمق سے احمق کاریگر بھی ایسی دیوار بنا سکتا ہے جو خشک موسم میں قائم رہ سکے مگر ہوشیار اور دیانت دار کاریگر ایسی دیوار بناتا ہے جو ہر ایک موسم میں برسوں تک قائم رہے۔ اناڑی کاریگر وقت گنواتا اور روپیہ کو برباد کرتا ہے۔ وہ دولت پیدا نہیں کرتا بلکہ اُس کو کھو دیتا ہے اُس کے سوا اناڑی اور بددیانت کاریگر کے کام کی نگرانی بہت ضروری ہے اور ہر وقت اُس کے سر پر سوار رہنا پڑتا ہے اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوستان میں بہ نسبت یوروپ کے کام کی نگرانی میں بہت زیادہ روپیہ صرف ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یوروپ کے کاریگر اپنے کام میں عموماً ماہر ہوتے ہیں اور اس کے علاوہ عمدہ کام بنانا اپنا فخر سمجھتے ہیں۔

سرمایہ کی مزید تشریح

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ ہر قسم کا مال و متاع جس کو دولت کے بڑھانے کے واسطے بچا کر الگ رکھتے ہیں سرمایہ کہلاتا ہے۔ آؤ اب اس مطلب کو چند مثالوں کے ذریعہ سے زیادہ صفائی سے سمجھنے

کی کوشش کریں۔ فرض کرو کہ کسی کاشتکار کو ایک قطعہ زمین زراعت کے واسطے دیا گیا ہے۔ اب جب تک اُس کے پاس ہل چلانے کے لئے بیل اور بونے کے لئے بیج نہ ہو اُس وقت تک وہ کھیتی باڑی کا کام شروع نہیں کر سکتا اِسی طرح کاشتکار کے گزارہ کے لئے خوراک اور لباس بھی ضرور ہونا چاہئے یا اس قدر روپیہ موجود ہونا چاہئے جس سے اِن چیزوں کو اُس وقت تک خرید کر سکے۔ جب تک کہ فصل تیار ہو کر فروخت کے قابل نہ ہو جائے۔ پس ضرور ہے کہ کاشتکار خوراک وغیرہ کو بچا کر محفوظ رکھے۔ یا کسی ساہوکار سے قرض لے جس کے پاس پہلے سے یہ چیزیں موجود ہوں۔ اور وہ اور زیادہ دولت پیدا کرنے کے لئے بطور سرمایہ کے اُن چیزوں کو قرض دینے پر آمادہ ہو جو شخص یہ سرمایہ کاشتکار کو بطور قرض دیگا۔ وہ بلامعاوضہ کے نہیں دے گا۔ سرمایہ کو محفوظ رکھنے میں اُس کو خبرداری رکھنی اور وقت اُٹھانی پڑتی ہے اس لئے جو کوئی اُس کے روپیہ سے فائدہ اُٹھائے گا وہ اُس سے کچھ نہ کچھ معاوضہ ضرور لے گا۔ اور اس بابت کی توقع رکھے گا کہ کاشتکار کو اس قدر پیداوار حاصل ہو جائے کہ وہ اچھی طرح اپنا گزارہ کر سکے اور جب تک قرض خواہ کے روپیہ سے اُس نے فائدہ اُٹھایا ہے اُس وقت تک کا منافع اور رفتہ رفتہ اصل سرمایہ بھی قرض خواہ کو ادا کر دے اگر تخم مویشی اور خوراک خریدنے کے لئے کوئی شخص روپیہ قرض نہ دیتا تو زمین بلاکاشت پڑی رہتی۔ اور جس شخص کے پاس زمین ہی زمین ہوتی شاید اُس کو ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہنا اور دوسروں کی خیرات پر گزارہ کرنا پڑتا پس ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اگر کسی گاؤں کے تمام آدمی اپنی تمام کمائی کو صرف کر دیں اور کچھ نہ بچائیں تو وہ اپنی زراعت کو کبھی ترقی نہیں دے سکتے جب تک وہ دوسرے قصبہ کے

کسی ساہوکار یا مہاجن کے پاس نہ جائیں جس نے کفایت شعاری کے ساتھ زندگی بسر کر کے اپنی آمدنی سے کچھ روپیہ بچا کر محفوظ رکھا ہو۔

سرمایہ کے استعمال کی ایک اور مثال

ہم سرمایہ کے استعمال کی ایک اور مثال دیتے ہیں۔ ایک راجہ فوت ہوا اور اُس کا بیٹا اُس کا جانشین ہوا اُس نے اپنے باپ کے تمام متروکہ کو شمار کیا تو معلوم ہوا کہ جہاں اور چیزیں اُس کے باپ نے چھوڑی ہیں دس لاکھ روپیہ نقد بھی خزانہ میں موجود ہے بعض دوستوں نے اُس کو صلاح دی کہ اس روپیہ کو جواہرات کے خریدنے میں صرف کر دیجئے بعض نے کہا ہاتھی گھوڑے خرید لیجئے۔ اور اپنے تمام خاندان کے واسطے کمخاب کی پوشاکیں بنوائیے۔ مگر ایک عقلمند بوڑھے آدمی نے یہ صلاح دی کہ "اُن کاموں میں روپیہ صرف کرنے سے آپ کی ریاست کو کچھ فائدہ نہ ہوگا یہ رقم جو آپ کے والد نے چھوڑی ہے ایک مفید سرمایہ ہے جس کو آپ کی رعیت اور ریاست دونو کے فائدے کے لئے کام میں لگایا جاسکتا ہے۔ اگر آپ اِس روپیہ کو ایک نہر بنانے میں صرف کر دیں۔ تو بہت سی زمین کو جو اب افتادہ پڑی ہوئی ہے قابل زراعت بنا سکتے ہیں آپ کے پاس دس گاؤں اور زیادہ ہو جائیں گے اور نہر پر کام کرنے والوں کی اور اُن لوگوں کی جو نئے دیہات میں آکر آباد ہوں گے پرورش ہوگی اور ہمیشہ کے واسطے آپ کے محاصل میں ترقی ہو جائے گی۔ اِن سب باتوں کے علاوہ آپ کا بڑا نام بھی ہوگا"۔ بوڑھے آدمی نے دانائی کی بات کہی تھی اور جوان راجہ ہوشیار اور دور اندیش تھا اُس نے اِس نصیحت کو قبول کیا اور اُس پر عمل کرنے کی وجہ سے خوش رہا۔ اگر جواہرات یا ہاتھی گھوڑے خریدنے میں روپیہ صرف کر دیتا تو کسی شخص کو فائدہ نہ پہنچتا۔ ایسے

کاموں سے نہ تو کچھ نفع حاصل ہوتا اور نہ ملک کی دولت میں کوئی ترقی ہوتی۔

سرمایہ کا اچھا اور برا استعمال

یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ تمام سرمایہ کفایت شعاری اور پس اندازی ہی کا نتیجہ ہے اس کے علاوہ جب تک سرمایہ کو صرف نہ کیا جائے اور دانش مندی سے صرف نہ کیا جائے اُس وقت تک وہ محض بیکار ہے فضول خرچی۔ اسراف اور فقیروں کو دینا لاحاصل ہے اگر ایسے کاموں میں روپیہ صرف کیا جائے تو ہمیشہ کے لئے ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔ گویا اُس کو کنوئیں میں ڈال دیا۔ ہاں اگر کام کرنے والے آدمیوں کی پرورش میں دانائی کے ساتھ روپیہ خرچ کیا جائے تو وہ روپیہ بڑھتا ہے۔ مالک اور برتنے والے دونوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

ملکی ترقی کے لئے امن و آسایش کی ضرورت

مگر جب تک رعیت ایک باضابطہ طاقتور اور عادل گورنمنٹ کے ماتحت نہ ہو اُس وقت تک رعیت سے یہ توقع نہیں ہو سکتی کہ وہ روپیہ بچا کر رکھے یا دوسرے لوگوں کو قرض دے اِس کی وجہ یہ ہے کہ جب کسی شخص کو یہ بات معلوم ہو جائے۔ کہ روپیہ کے لئے ہر وقت چوری کا کھٹکا اور رہزن کا خوف لگا ہوا ہے یا اُس کو یہ خیال ہو کہ جس وقت سرکاری ملازموں کو معلوم ہو گا کہ اُس کے پاس روپیہ ہے تو وہ اُس پر ناجائز ٹیکس لگا دیں گے یا اُس کا روپیہ زبردستی چھین لیں گے۔ تو ایسی حالت میں کوئی شخص روپیہ جمع نہیں کرے گا جب تک کسی ملک میں باقاعدہ سلطنت نہ ہو وہ کبھی ترقی نہیں کر سکتا +

باب دوم

قیمت اور روپیہ

قیمت حقیقی اور قیمت رقمی کی تعریف۔ کسی چیز کی قیمت حقیقی بڑھ نہیں سکتی لیکن رقمی قیمت بڑھ سکتی ہے۔ روپیہ کی ضروری شرطیں اور اُس کی تشریح۔ عام سکہ۔ یہ ضرور نہیں ہے کہ روپیہ سے مراد دولت ہو نوٹ بھی مثل روپیہ کے ہے۔ سکّہ رائج الوقت ٭

"ویلیو" اور "پرائس"

انگریزی میں اکثر دو لفظ ویلیو اور پرائس قریب المعنی مستعمل ہوتے ہیں جن کا مفہوم بہت اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔ ہم نے ویلیو کا ترجمہ قیمت حقیقی اور پرائس کا ترجمہ قیمت رقمی کیا ہے۔

قدر

قیمت حقیقی کی تعریف

کسی چیز کی قیمت حقیقی (ویلیو) دوسری چیزوں کے ساتھ مقابلہ کرنے سے معلوم ہو سکتی ہے یعنی اس بات کا اندازہ کرنے سے کہ اُس چیز کے معاوضہ میں دوسری چیز کس قدر مل سکتی ہے اس لئے لفظ ویلیو (قیمت حقیقی) مقابلہ پر دلالت کرتا ہے۔ مثلاً جس وقت ہم کہیں کہ "دس گز کپڑے کی قیمت حقیقی دس سیر غلہ گندم ہے" تو ہم کپڑے اور گندم کا باہمی مقابلہ کرتے ہیں۔

قیمت حقیقی میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی

ہم جانتے ہیں کہ جتنی چیزیں ہمارے پاس ہیں اُن کی قیمت کسی نہ کسی وجہ سے ہمیشہ بدلتی رہتی ہے۔ خواہ اس وجہ سے کہ وہ چیزیں پرانی ہو جاتی

ہیں۔ یا اس وجہ سے کہ دوسری چیزوں کی قیمت حقیقی بڑھ جاتی ہے۔ مثلاً بعض حالتوں میں یہ بات ممکن ہے کہ گندم کی قیمت گھٹ جائے اور اسی وجہ سے دس گز کپڑا بجائے دس سیر غلہ گندم کے بارہ سیر غلہ کے معاوضہ میں دیا جائے اِس طرح پر کپڑے کی قیمت بڑھ جاتی ہے اور گندم کی قیمت کپڑے کے مقابلہ میں گھٹ جاتی ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بات ممکن ہے کہ گندم کی قیمت دوسری چیزوں مثلاً شکر۔ تیل وغیرہ کے مقابلہ میں بڑھ جائے۔ اب یہ بات صاف طور پر سمجھ میں آسکتی ہے کہ درحقیقت کسی چیز کی قیمت حقیقی نہ کبھی بڑھ سکتی ہے اور نہ گھٹ سکتی ہے جب ہم عام طور پر بعض چیزوں کی قیمت کے بڑھ جانے کا تذکرہ کیا کرتے ہیں۔ تو یہ بیان در اصل صحیح نہیں ہوا کرتا اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر بعض چیزوں کی قیمت بڑھ جائے تو اس کا مطلب بالضرور یہی ہونا چاہیئے کہ دوسری چیزوں کی قیمت گھٹ گئی ہے۔ مگر یہ ایسی بات ہے جیسے کوئی کہے کہ گیہوں کے کھیت کی ہر ایک بال باقی بالوں سے قیمت میں کم یا زیادہ ہے۔ غرض کہ کسی شئے کی قیمت حقیقی میں کمی بیشی ہونا صرف کہنے کی بات ہے حقیقت میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی ہے۔

قیمت رقمی کی تعریف

کسی چیز کی رقمی قیمت سے یہ مراد ہے کہ اُس چیز کے معاوضہ میں کس قدر رقم سکہ رائج الوقت میں مل سکتی ہے مثلاً جب ہم کہتے ہیں کہ ایک بھیڑ کی قیمت پانچ روپیہ ہے تو ہم اُس کی قیمت نقدی یا رقم میں بیان کرتے ہیں۔ پس کسی چیز کی حقیقی قیمت کے معنی عموماً یہ ہوتے ہیں کہ اُس چیز کے معاوضہ میں کوئی دوسری شئے

جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ سیپیاں اور جانوروں کی کھالیں اور دوسری چیزیں بھی روپیہ کے طور پر استعمال کی گئی ہیں۔ اگرچہ ایسے روپیہ کا استعمال کسی خاص ملک میں موجب سہولت ہو۔ مگر ممکن ہے کہ دوسرے ملکوں میں اُس پر بہت اعتراض کیا جائے۔ اور اسی وجہ سے تجارت یا مبادلہ میں خلل واقع ہو بلکہ ناممکن ہو جائے۔

دوسری شرط کی ضرورت

دوسری شرط بھی تقریباً اسی قدر صاف ہے یعنی روپیہ کی قیمت معین ہونی چاہئے اور جس قدر قیمت مقرر ہو اُس پر لوگوں کو پورا پورا اعتبار ہونا چاہئے بعض اوقات نادان اور بددیانت حاکموں نے کھوٹا روپیہ جاری کر کے اپنے محاصل کو بڑھانے کی کوشش کی ہے مثلاً ایک ناقص الوزن اور ناقص العیار سکہ جاری کیا گیا اور سونے یا چاندی کی ایک خاص مقدار اُس کی قیمت قرار دی گئی۔ ممکن ہے کہ تھوڑے عرصہ تک لوگوں کو ایسے روپیہ کے لینے اور استعمال کرنے پر مجبور کیا جائے مگر چند روز میں وہ کھوٹا سکہ اپنی اصل قیمت سے زیادہ قیمت میں نہیں چلے گا اور یہ بات صاف ظاہر ہے کہ یہ فعل بذات خود صریح ظلم اور رعایا کی تکلیف اور بے آرامی کا باعث ہے۔ اس کے سوا عجیب بات یہ ہے کہ جب کھوٹا روپیہ جاری کیا جاتا ہے تو کھرا روپیہ غائب ہونے لگتا ہے۔ کیونکہ ہر ایک شخص اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ کھوٹے روپیہ سے خرید و فروخت اور اپنا قرضہ ادا کرے اور کھرے روپیہ کو اپنے پاس رکھے۔ یورپ کے تمام بڑے بڑے ملکوں اور خاص کر انگلستان میں اس بات کی بڑی احتیاط رکھی جاتی ہے کہ سکہ رائج الوقت کا وزن اور قیمت معین ہو اسی وجہ سے انگریزی

سونے کا سکہ (پونڈ یا سورن) تمام دنیا میں بے روک ٹوک چلتا ہے
کیوں کہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ اس کے وزن اور کھرے پن میں
کبھی فرق نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ انگریزی روپیہ بھی تمام ہندوستان میں
بے روک ٹوک چلتا ہے جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں۔

تیسری شرط کی ضرورت

تیسری شرط یہ ہے کہ روپیہ ایسی چیز کا بنانا چاہئے جس کی
ضرورت عام طور پر ہو۔ اور تھوڑی سی مقدار میں بہت قیمت رکھتا
ہو۔ یہ شرط سونے چاندی اور تانبے کے استعمال سے آسانی کے ساتھ
پوری ہو سکتی ہے۔ اِنہی دھاتوں سے تمام دنیا میں نقدی کے گول
سکے جیسا کہ سب کو معلوم ہے بنائے جاتے ہیں۔

عام سکہ

اِس میں شک نہیں کہ اگر تمام قومیں کیساں مقدار اور قیمت کا سکہ
استعمال کرنے لگیں تو خاصکر سوداگروں اور مسافروں کو بڑی آسانی ہو جائے
فی الحقیقت یہ تجویز اکثر پیش کی گئی ہے۔ لیکن ہم سمجھ سکتے ہیں کہ نہ صرف
ہر ایک قوم کا اِس بات پر متفق ہو جانا مشکل ہے بلکہ اس امر کا بھی احتمال
ہے کہ بد دیانت حاکم کھوٹے روپے دے کر نفع حاصل کرنے کی کوشش
کریں۔ اور اس کا انسداد سخت دشوار ہو جائے۔

یہ ضرور نہیں کہ روپیہ سے مراد دولت ہو

روپیہ کے متعلق ہم کو یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ روپیہ کے معنی لازمی
طور پر دولت کے نہیں ہیں دولت سے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں
ایسی چیزوں کا موجود ہونا مراد ہے جن کا معاوضہ کسی دوسری چیز کے
ساتھ ہو سکتا ہو۔ روپیہ سے عموماً ہر ایک چیز حاصل ہو سکتی ہے۔ مگر
ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا۔ دولت کا اطلاق روپیہ پر صرف اُس وقت تک
ہو سکتا ہے جب تک ہم روپیہ کو ضروریات زندگی کے خریدنے میں صرف

کر سکتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ روپیہ بذات خود قیمت میں اُن گولیوں سے زیادہ نہیں ہے جو کھیل میں استعمال کی جاتی ہیں جن میں ہر ایک گولی کی ایک خاص قیمت ہوتی ہے اور وہ قیمت پہلے ہی سے آپس میں قرار پا جاتی ہے۔

نوٹ بھی ایک قسم کا روپیہ ہے

نوٹ بھی ایک قسم کا روپیہ ہے۔ یوروپ کے تمام ملکوں میں **نوٹ** کثرت سے استعمال کئے جاتے ہیں۔ اور اب ہندوستان میں بھی ان کا عام رواج ہو گیا ہے۔ نوٹ عموماً کسی ملک کی گورنمنٹ کی طرف سے جاری ہوتے ہیں **نوٹ اصل میں ایک کاغذی اقرار نامہ ہے جس کے رو سے ایک خاص رقم عند المطالبہ ادا کی جاتی ہے**۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ **نوٹوں کی اصلی یا بازاری قیمت** اُن کے جاری کرنے والوں کی **دیانت داری** اور ساکھ پر منحصر ہے۔ انگلستان اور ہندوستان میں نوٹ اُسی قیمت میں چلتا ہے جو اُس پر چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ اور لوگ بے روک ٹوک اُس کو استعمال کرتے ہیں۔ لیکن جن ملکوں میں گورنمنٹ ایماندار نہیں ہے یا جنگ و جدل اور انقلابات کی وجہ سے اُس کی پریشان حالی کا اندیشہ رہتا ہے وہاں نوٹ اپنی اصلی قیمت پر نہیں چلتے۔ اور لوگ اُن کو ایسی آسانی سے استعمال نہیں کرتے ہیں۔ جیسی آسانی سے چاندی یا تانبے کے سکوں کو استعمال کرتے ہیں۔

سکۂ رائج الوقت

ہر ایک ملک کا **سکہ رائج الوقت** جدا ہوتا ہے۔ بعض ملکوں میں مثل **ہندوستان** اور **چین** کے چاندی کا سکہ رائج ہے جیسے ہندوستان میں روپیہ اور چین میں ڈالر۔ **انگلستان** اور دوسرے

دولت مند ملکوں میں سونے کا سکہ رائج ہے سکہ رائج الوقت سے مراد وہ سکّہ ہے جس سے تمام سرکاری اور خانگی قرضوں کا اندازہ کیا جاتا ہے اس کے سوا دوسرے سکّے صرف بغرض سہولت استعمال کئے جاتے ہیں اور اُن کی ایک قیمت ٹھیرالی جاتی ہے۔ مثلاً انگلستان میں کوئی شخص سوائے تھوڑی سی رقم کے اپنا قرضہ سونے کے سکہ کے سوا کسی دوسرے سکہ میں جب تک کہ قرض خواہ راضی نہ ہو ادا نہیں کرسکتا لیکن ہندوستان میں کسی قرضدار کو سونے کے سکّے میں قرضہ ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ اس ملک کا سکہ رائج الوقت روپیہ[1] ہے

---

[1] اب تھوڑے عرصہ سے انگریزی سونے کا سکہ یعنی پونڈ جس کی قیمت پندرہ روپیہ قرار دی گئی ہے ہندوستان میں رائج ہوگیا ہے۔ مترجم

باب سوم

ضروریات زندگی کے اخراجات

بغیر مانگ کے کسی چیز کی قیمت نہیں ہوتی۔ قیمت کا تعین اور قیمت کیوں کر قرار پاتی ہے۔ قیمتوں کو یکساں رکھنے میں مال کی آمد و رفت کے عمدہ ذرائع مفید ہیں۔ مصنوعات کی قیمت۔ نرخ یعنی مقررہ شرحیں مصنوعات کی قیمت مزدوری کی شرح پر منحصر نہیں ہے۔

اب ہم ذرا اِس بات کے سمجھنے کی کوشش کریں گے کہ اشیاء مایحتاج" کی قیمت کس طرح معین کی جاتی ہے۔ اُن کی قیمت کا خرچ کس حساب سے پھیلایا جاتا ہے۔ اور وہ کون سے حالات ہیں جو قیمت کی کمی بیشی پر مؤثر ہوتے ہیں۔

بغیر مانگ کے کسی چیز کی قیمت نہیں ہوتی۔

یہ تو ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ کسی شئے کی قیمت سے یہ مراد ہے کہ "اُس شئے کے معاوضہ میں دوسری شئے کس قدر مل سکتی ہے" اس تعریف سے صاف ظاہر ہے کہ ایک چیز کا معاوضہ دوسری چیز کے ساتھ جب ہی ہو سکتا ہے۔ کہ لوگوں کو اُس چیز کی ضرورت ہو۔ یعنی بازار میں اُس کی مانگ ہو۔ اِس مانگ ہی کی وجہ سے اشیاء کی قیمت قرار دی جاتی ہے اور ہر شئے کی قیمت اُس کی مانگ کی مقدار کے مطابق کم و بیش ہوتی رہتی ہے اگر مانگ زیادہ ہے تو قیمت زیادہ

ہوگی اور کم ہے تو کم ہوگی۔ بشرطیکہ اس شئے کی مقدار جو ہم پہنچائی جاتی ہے۔ اُس میں کسی طرح کی کمی بیشی نہ ہو۔ پس قیمت کا مفہوم جو ہم سمجھتے ہیں۔ اس کی جڑ یہی مانگ ہے۔ مثلاً اگر کوئی قصاب ہندوؤں کے گاؤں میں گوشت بیچنے کے واسطے لے جائے۔ تو اُس کو کوئی خریدار نہیں ملے گا۔ کیونکہ وہاں کسی شخص کو گوشت کی ضرورت نہیں ہے۔ اور لامحالہ اُس گاؤں میں اس کی کوئی قیمت نہ ہوگی۔ اگر قصاب وہی گوشت مسلمانوں کے گاؤں میں لے جائے۔ تو اُس کو بہت سے خریدار مل جائیں گے فوراً گوشت کی قیمت مل جائے گی۔ اور خوراک کپڑے۔ آلات یا روپیہ کے معاوضہ میں فروخت ہو جائے گا۔

کسی چیز کی قیمت صرف محنت پر منحصر نہیں ہے

کہا جاتا ہے کہ کسی شئے کی قیمت کا باعث صرف محنت ہے اگرچہ یہ بات بالکل صحیح نہیں ہے مگر جو کچھ ہم نے ابھی بیان کیا ہے۔ اس سے بآسانی سمجھ میں آسکتا ہے کہ اکثر قیمتی چیزوں کے تیار کرنے میں محنت صرف ہوتی ہے۔ تاہم جب تک کسی چیز کی مانگ نہ ہو یا یوں کہو کہ کوئی شخص اُس کو خریدنے اور اُس کے معاوضہ میں کوئی دوسری چیز دینے پر آمادہ نہ ہو اُس وقت تک وہ شئے بالکل نکمّی اور بے قدر ہے۔

اشیاء کی قیمت کے گھٹنے بڑھنے کے اسباب

ہم جانتے ہیں کہ جب کسی چیز کی بہت مانگ ہوتی ہے۔ تو اُس کی قیمت بڑھ جاتی ہے برعکس اس کے جب اُس کی مانگ نہیں رہتی یا کم ہو جاتی ہے تو اُس کی قیمت بھی گھٹ جاتی ہے۔ ہم سب اس قاعدے سے واقف ہیں اور یہ ایسا قاعدہ ہے کہ خرید و فروخت میں تمام سوداگروں اور دوکانداروں کی ضرور رہنمائی کرتا ہے۔ مگر جب کسی

چیز کی مانگ زیادہ ہو جاتی ہے تو عموماً ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ اُس شئے کی زیادہ مقدار پیدا کرنے اور ضرورت کو رفع کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مثلاً جب فصل خراب ہوتی ہے تو غلہ کی قیمت بڑھ جاتی ہے اور برابر بڑھتی رہتی ہے یہاں تک کہ لوگوں کو اس بات کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ کسی دور کے مقام سے اس جگہ غلہ لانا چاہئے اور اس طرح غلہ کا تازہ ذخیرہ بہم پہنچنے کی وجہ سے غلہ کی قیمت گھٹ جاتی ہے بجز اُس صورت کے کہ تمام سوداگر زیادہ قیمت قائم رکھنے کا اتفاق کرلیں اسی طرح اگر کسی ملک میں فصل اچھی ہوتی ہے۔ تو غلہ کی قیمت جیسا کہ ہم جانتے ہیں گھٹ جاتی ہے اور اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ ہر شخص کے پاس بیچنے کے لئے کثرت سے غلہ موجود ہوتا ہے اور کسی کو خریدنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ درحقیقت اس وقت غلہ کی مانگ نہیں ہوتی مگر یہاں بھی ہم دیکھتے ہیں۔ کہ قیمت زیادہ عرصہ تک گھٹی نہیں رہتی۔ خاصکر اُس صورت میں کہ غلہ کو آسانی کے ساتھ اور کم صرفہ میں دوسرے مقاموں پر لے جانے کے لئے۔ جہاں غلہ گراں ہو۔ پختہ سڑکیں۔ پُل اور ریلیں کثرت سے ہوں۔

پختہ سڑکوں اور ریلوں کا ایک بڑا فائدہ

پختہ سڑکوں اور ریلوں کے بڑے فائدوں میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اُن کے ذریعہ سے خوراک اور دوسری چیزوں کا ذخیرہ بہم پہنچ سکتا ہے۔ جن مقاموں میں خوراک گراں ہے۔ وہاں سستے داموں پہنچ جاتی ہے اور جن مقاموں میں ارزاں ہے وہاں سے دوسری جگہ پہنچ جاتی ہے۔

غلہ کا زیادہ ارزاں ہونا بھی ملک کی تباہی ہے

ہندوستان میں بعض ایسے مقامات ہیں جہاں غلہ اس وجہ سے

کھیتوں میں پڑا سڑا کرتا تھا کہ کوئی خریدار میسر نہیں آتا تھا۔ اور کسی دوسری جگہ فروخت کے واسطے غلہ کو نہیں بھیج سکتے تھے۔ اِس وجہ سے دو قسم کے آدمی نقصان اُٹھاتے تھے۔ ایک وہ لوگ جو فصل کاشت کرتے تھے۔ اور اُن کا روپیہ اور محنت دونوں ضائع اور برباد جاتے تھے **دوسرے** وہ لوگ جو بعید مقامات میں خوراک کے دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے بھوکوں مرتے تھے۔

پیداوارِ زمین کی قیمت کیونکر مقرر کی جاتی ہے اور اُس کی ایک مثال

ہماری بڑی بڑی ضرورتیں اُن چیزوں سے متعلق ہیں جو زمین سے پیدا ہوتی ہیں۔ اِس لئے سب سے پہلے ہم کو اُن چیزوں کی **قیمت کی تفصیل** پر غور کرنی چاہئے جو زمین سے پیدا ہوتی ہیں۔ **زمین کی پیداوار** سے صرف کھیت کی پیداوار مراد نہیں ہے۔ بلکہ جنگل کی پیداوار اور وہ چیزیں بھی اس میں داخل ہیں جو زمین سے کھود کر نکالی جاتی ہیں۔ مثلاً پتھر۔ مختلف قسم کے رنگ اور دھاتیں **مثال** کے طور پر ہم ایک من غلہ گندم کی قیمت کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔ پہلے ہم یہ بات بتا چکے ہیں کہ فصل پیدا کرنے کے لئے ہم کو تین چیزوں کے استعمال کی ضرورت ہے زمین۔ محنت اور سرمایہ۔ پس ایک من گندم کے لئے **اول** تو زمین کا کرایہ یا لگان دینا پڑے گا **دوسرے** مزدوروں کی مزدوری یعنی اُن کی خوراک اور کپڑے کا خرچ اِس پر اور زیادہ کرنا چاہئے **تیسرے** سود یا منافع اُس سرمایہ پر جو اس کام میں استعمال کیا گیا ہو۔ خواہ یہ سرمایہ تخم اور سامان زراعت کے خریدنے کے لئے نقد روپیہ کی شکل میں ہو یا پہلے ہی سے تخم اور سامان زراعت کی شکل میں موجود ہو اور کم سے کم آلات زراعت

کے نقصان و مرمت وغیرہ کا خرچ پورا کرنے کے لیئے بھی اس سرمایہ پر منافع حاصل کرنے کی ضرورت ہے - جب ان تمام اخراجات کو جمع کیا جائے تو غلہ کی **ابتدائی قیمت** حاصل ہوتی ہے - اس وقت غلہ کھیت میں تیار پڑا ہوا ہے اب ضرور ہے کہ کاشتکار یا خریدار غلہ کو کسی قصبہ میں فروخت کے لیئے لے جائے - اس **بار برداری** میں بھی کچھ نہ کچھ خرچ ہوتا ہے اور غلہ کی قیمت پر یہ ایک اور اضافہ ہے پھر **خریدار** اپنا منافع اُس پر لگاتا ہے - اور **خردہ فروش سوداگر** جو بڑے سوداگر سے غلہ خریدتا ہے - وہ بھی اپنا منافع لگا کر فروخت کرتا ہے - یہ سب خرچ لگا کر آخر کار غلہ کی کل ابتدائی **لاگت** یعنے **بازاری قیمت** حاصل ہوتی ہے -

زراعتی پیداوار کی قیمت میں کمی بیشی واقع ہونے کے اسباب -

لیکن یہ بازاری قیمت مختلف حالات کی وجہ سے بہت کچھ کم و بیش ہوسکتی ہے اوّل تو یہ ممکن ہے کہ غلہ نہایت ہی زرخیز زمین میں بویا گیا ہو جس سے آس پاس کی دوسری زمین کے مقابلہ میں فی بیگھ دو چند پیداوار حاصل ہو جس کاشتکار نے عمدہ زمین پر فصل بوئی ہے وہ اپنے غلہ کو اپنے پڑوسیوں کی قیمت سے جن کی فصل خراب زمین پر پیدا ہوئی ہے غالباً نصف قیمت پر فروخت کرسکتا ہے لیکن کوئی کاشتکار ایسا نہیں کرتا بلکہ جہاں تک ممکن ہوتا ہے اپنے غلہ کو اعلیٰ سے اعلیٰ قیمت پر جو مل سکتی ہے فروخت کرتا ہے - یعنی اُسی قیمت پر جو دوسرے کاشتکاروں کو مجبوراً طلب کرنی پڑتی ہے اور اس طرح سے جس قدر اصل لاگت غلے پر لگی ہے شاید اُس سے دو چند رقم اُس کو مل جائے یہ وہ قیمت ہوگی جس میں وہ خرچ جو غلہ کو ادنےٰ زمین پر پیدا کرنے میں

ہوا ہے۔ اور سوداگروں کا منافع شامل ہے۔
پس ہم سمجھ سکتے ہیں کہ زراعتی پیداوار کی قیمت اُس خرچ کے لحاظ سے مقرر کی جاتی ہے جو غلے کو خراب سے خراب زمین میں بونے سے عائد ہوتا ہے۔ نہ کہ عمدہ سے عمدہ زمین میں بونے سے لیکن اگر ملک کے دوسرے حصوں میں تھوڑی لاگت میں غلہ پیدا ہو سکتا ہو اور جس شہر میں کاشتکار اپنا غلہ لیجا کر فروخت کرنا چاہتا ہے وہاں بہت تھوڑے سے خرچ میں عمدہ سڑکوں یا ریل کے ذریعہ سے غلہ پہنچ سکتا ہو تو ممکن ہے کہ ان نرخوں میں بھی تغیر و تبدل ہو جائے اور شاید بہت کچھ کمی ہو جائے۔ ایسی حالت میں کاشت کار کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ اُس کا غلہ بہت کم منافع پر یا بغیر منافع کے فروخت ہوگا اور اُس کے ہمسایہ کاشت کاروں کا غلہ جو ادنیٰ درجہ کی زمینوں میں بویا گیا تھا۔ اُس کو بڑے نقصان کے ساتھ فروخت کرنا پڑے گا یا اُس وقت تک بغیر فروخت کے رکھنا پڑے گا کہ بازار کا نرخ بڑھ جائے مگر لوگوں کی ضرورتوں اور ایک بڑے ملک میں پیداوار زراعت کے نتائج کو مدنظر رکھ کر ہم عام طور پر یہ بات سمجھ سکتے ہیں کہ ریل باقاعدہ سڑکوں کی بدولت اشیائے خوردنی کی قیمت سب جگہ برابر رہتی ہے۔ ان ذرائع سے اشیائے خوردنی ایک جگہ سے دوسری جگہ جلد پہنچ سکتی ہیں اور باربرداری کا خرچ بھی زیادہ نہیں پڑتا۔ یہی وجہ ہے کہ اشیائے خوردنی کی قیمت میں کہیں زیادہ تفاوت نہیں ہوتا اور ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ ایک ہی وقت میں ایک مقام پر اشیائے خوردنی کی قیمت بہت گراں اور دوسرے مقام پر بہت

ارزاں ہو جس سے وہاں کے لوگ بے فکری سے زندگی بسر کر سکیں اور زیادہ آزادی سے خرید و فروخت کر سکیں مگر اس قسم کے کاموں کے نتائج اور فوائد کو دوسرے مقام پر بیان کرنا چاہیے۔

پیداوار زراعت کی قیمت میں کمی بیشی کا ایک سبب مردم شماری کی کمی بیشی بھی ہے۔ اگر خوراک کی پیداوار کم اور کھانے والوں کی تعداد زیادہ ہو تو خوراک کی قیمت ضرور بڑھ جائے گی مگر اُس صورت میں بھی ریل سے دو طرح کی مدد ملتی ہے ایک یہ کہ دوسرے مقاموں سے خوراک لے آتی ہے دوسرے یہ کہ زائد آدمیوں کو ایسے مقامات میں لے جاتی ہے جہاں خوراک کی ارزانی ہو اور محنت مزدوری آسانی کے ساتھ مل سکتی ہو۔

خوراک کی ضرورت سب سے مقدم ہے۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ انسان کی سب سے پہلی اور مقدم ضرورت خوراک ہے جب خوراک گراں ہو جاتی ہے تو باقی تمام ضرورتوں کو حتے الامکان بند کرنا یا کم کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً جب خوراک گراں ہو تو کپڑے۔ گرم مسالے یا آرام و آسائش کے دوسرے سامان کی ضرورتیں کم ہو جاتی ہیں یعنی خوراک کی گرانی اور ارزانی کی مناسبت سے اِن چیزوں کی ضرورت میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی چیز کی زیادہ ضرورت نہیں ہوتی تو اُس کی قیمت کم ہو جاتی ہے۔ اِسی وجہ سے جب آٹا مہنگا ہو تو کپڑا سستا ہونا چاہیے۔ یہی حال دوسری چیزوں کا ہے جب خوراک بہت سستی ہوتی ہے۔ تو مزارع کا منافع بہت گھٹ جاتا ہے اور اُس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ادنےٰ درجہ کی زمینوں کو کاشت کرنے سے لاگت بھی

وصول نہیں ہوسکتی۔ ایسی زمینوں کی کاشت میں جب ہی فائدہ ہے
کہ گندم اور دیگر اشیاے خوردنی مناسب قیمت پر فروخت ہوں۔

غلہ وغیرہ کی قیمت چند سال کی اوسط پیداوار کے لحاظ سے مقرر کی جاتی ہے

اس موقع پر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ غلہ خوردنی
بلکہ ہر ایک فصل کی قیمت جو زمین سے پیدا ہوتی ہے چند سالوں
کی اوسط پیداوار کے لحاظ سے مقرر ہونی چاہیئے (اور درحقیقت
عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے) تاکہ مزارع کو معقول فائدہ حاصل ہوسکے اگر
غلے وغیرہ کی قیمت اوسط پیداوار کے لحاظ سے مقرر نہیں کی جاتی
تو دیہات آہستہ آہستہ ویران ہوجاتے ہیں۔ جیسا کہ ہم بعض اوقات
دیکھتے ہیں۔ اِس کا یہی سبب ہے کہ زراعت میں کچھ نفع نہیں ہوتا۔
مگر جس ملک میں عمدہ انتظام ہوتا ہے وہاں ایسی صورتیں شاذونادر
ظہور میں آتی ہیں۔ جب اس قسم کے اسباب پیش آئیں اور رعایا کے
لئے مصیبت کے آثار نمودار ہوں تو والیان ملک اور زمینداروں
کا دستور ہے کہ لگان میں یا تو تخفیف کر دیتے ہیں یا مصیبت
کے رفع ہونے تک اُس کو ملتوی کر دیتے ہیں۔ غریب کاشتکاروں
کے ساتھ اس قسم کی رعایت کرنی حکام اور زمینداروں کا فرض ہی
نہیں ہے بلکہ اپنے کاشت کاروں کو قائم رکھنے میں اُن کا اپنا فائدہ
بھی ہے۔

اشیاء مصنوعہ کی قیمت کیوں کر قرار دی جاتی ہے

زمین کی خام یا سادہ پیداوار کی قیمت کی نسبت جو اصول بیان
کئے گئے ہیں۔ وہ اُن مصنوعات پر بھی صادق آتے ہیں جو اس
پیداوار سے بنائی جاتی ہیں۔ جیسے کپڑا جو روئی سے بنتا ہے شکر
جو گنے کے رس سے بنتی ہے۔ علی ہذا القیاس دوسری چیزیں جن کو

استعمال کے لایق بنانے میں ہُنر اور محنت درکار ہے۔ مگر ان مصنوعات کی قیمت قرار دینے میں چند اور باتیں بھی قابل غور ہیں۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ مصنوعات کی کُل قیمت میں خام پیداوار کی قیمت نسبتہً بہت کم ہوتی ہے مثلاً اگر ایک گز کپڑے کی قیمت دو آنے ہو تو اصل روئی کی قیمت جس سے یہ کپڑا بنتا ہے شاید صرف آدھ آنہ ہو۔ یعنی کپڑے کی کل قیمت کا ایک چوتھائی حصہ۔ باقی تین چوتھائی حصہ یعنی ڈیڑھ آنہ کپڑے کے تیار کرنے کا خرچ ہے یعنی سوت کاتنے اور کپڑا بُننے کی اجرت اور کپڑا بُننے کے آلات خریدنے میں جو سرمایہ صرف ہوا ہے اُس کا سود اور کپڑا بنانے والوں کا منافع یہ سب خرچ کپڑے کی قیمت میں داخل ہیں۔

چونکہ روئی کی قیمت کُل قیمت کا چوتھائی حصہ ہے اس لئے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اگر روی کی قیمت میں زیادہ فرق بھی ہو جائے تب بھی کپڑے کی قیمت پر زیادہ اثر نہیں پڑے گا۔ فی الحقیقت اگر روئی کی قیمت پچیس ۲۵ فی صدی تک بڑھ جائے تو کپڑے کی قیمت میں شاید صرف دس ۱۰ فی صدی کا اضافہ ہوگا کیونکہ یہ بات ممکن ہے کہ کپڑے کے تیار کرنے کا خرچ جو کُل خرچ کا $\frac{3}{4}$ حصہ ہے بدستور یکساں رہے جیسا کہ غالباً ہوتا ہے خواہ روئی مہنگی ہو خواہ سستی۔

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ صنعت کا خرچ غالباً یکساں رہے گا خواہ روئی مہنگی ہو خواہ سستی تو ہم کو اس بات کی تشریح کر دینی چاہئے کہ اگر مصنوعات یا دست کاری کی چیزوں کی مانگ بڑھ جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان چیزوں کے تیار کرانے کا خرچ بھی زیادہ

بیان مذکور کی تشریح ایک مثال کے ذریعہ

ہوجائے گا۔ اِس بات کی تشریح اِس طرح ہوسکتی ہے کہ فرض کرو ایک بڑا شہر ہے اور برسات کے موسم میں یا سال میں چھ مہینے تک اس شہر میں دوسرے بڑے بڑے شہروں سے آمدورفت کا سلسلہ بند رہتا ہے۔ اور اس زمانہ میں اتفاق سے شہر کے بازار میں خام روئی بہ کثرت موجود ہے۔ اب فرض کرو کہ وہاں روئی کا کپڑا دو آنے فی گز کے حساب سے فروخت ہوتا ہے اور شہر کے راجہ نے یکایک ارادہ کیا کہ اپنی فوج کے لئے وردیاں بنوائے اِس لئے اس کو بہت سا روئی کا کپڑا درکار ہے۔ اگرچہ اس وقت بازار میں خام روئی کثرت سے موجود ہے مگر یکایک اِس قدر زیادہ کپڑے کی ضرورت واقع ہونے کی وجہ سے روئی کسی قدر گراں ہوجائے گی۔ لیکن جیسا کہ ہم ظاہر کرچکے ہیں اس سے کپڑے کی قیمت پر زیادہ اثر نہیں پڑے گا۔ البتہ اِس وجہ سے کہ اُس وقت بازار میں فوج کی وردی کے قابل تھوڑا ہی کپڑا موجود ہوگا اور نیز روئی کی قیمت گراں ہوجانے کی وجہ سے یہ تھوڑا سا کپڑا زیادہ قیمت پر مثلاً تین آنے فی گز کے حساب سے فروخت ہوجائیگا فرض کرو کہ کپڑے کی موجودہ مقدار راجہ کی ضرورتوں کے لئے کافی نہیں ہے اِس لئے شہر کے تمام بافندے مطلوبہ کپڑا تیار کرنے کے لئے فوراً کام شروع کردیں گے۔ اِس نئے کپڑے کی پہلی گھٹریاں جو تیار ہوں گی اُن کی قیمت ممکن ہے کہ دو آنے فی گز سے زیادہ وصول ہوجائے مگر جس قیمت پر وہ کپڑا فروخت ہوا تھا جو اُس وقت بازار میں موجود تھا اِس نئے کپڑے کی قیمت غالباً اِس قدر گراں نہ ہوگی۔ کیونکہ لوگوں کو یہ بات معلوم ہوجائے گی کہ بہت سے آدمی

شہر میں کپڑا تیار کر رہے ہیں اور آخر کار بافندے اپنا اپنا کپڑا بیچنے کے لئے ایک دوسرے کے مقابلہ میں کم قیمت لینے پر آمادہ ہو جائیں گے جو لوگ صرف چار گھنٹے روز کام اُس وقت کرتے تھے جب کہ کپڑا اپنی معمولی قیمت یعنی دو آنے گز کے حساب سے فروخت ہوتا تھا۔ اب اس مانگ کو پورا کرنے کے لئے شاید آٹھ گھنٹے روز کام کریں گے۔ اور اس وجہ سے معقول مزدوری کی توقع رکھیں گے اور جو مزدور اُن کو اس کام میں مدد دیں گے اُن کو بھی زیادہ اجرت دیں گے۔ یہ بات ممکن ہے کہ اِن شرطوں کی وجہ سے اول اول کپڑے کی قیمت دو آنے فی گز سے زیادہ رہے مگر رفتہ رفتہ اس قدر کپڑا تیار ہو جائے گا۔ کہ بافندوں کو اُس کا فروخت کرنا وبال ہو جائے گا اور وہ اس کپڑے کو کم قیمت پر فروخت کر دیں گے اب وہ پہلے کی طرح ایسی زیادہ مزدوری نہ تو کسی کو دیں گے اور نہ خود زیادہ قیمت کے طالب ہوں گے۔ پس اس وجہ سے کپڑے کی قیمت معمولی نرخ پر آجائے گی جس سے کپڑے کے تیار کرنے میں معمولی منافع حاصل ہو گا۔ اگر قیمت بہت گھٹ جائے تو لوگ کپڑا بنانا چھوڑ دیں گے اور کوئی دوسرا کام شروع کر دیں گے جس میں زیادہ نفع ہو۔

اب اِس بات کو اچھی طرح یاد رکھنا چاہئے کہ ایسا بہت ہی کم ہوتا ہے کہ **اشیاے مصنوعہ** کی قیمت اِس قدر بڑھ جائے کہ اُس پر بہت زیادہ منافع حاصل ہونے لگے یا اس قدر کم ہو جائے کہ کاریگروں کو پیٹ بھرنے کے قابل بھی مزدوری نہ مل سکے۔ اگر کسی چیز کی قیمت معمول سے زیادہ بڑھ جاتی ہے تو دوسرے کاریگر

کیا وجہ ہے کہ اشیاء مصنوعہ کی قیمت عموماً متحد ہے مگر پیداوار زمین کی قیمت میں اکثر کمی بیشی ہوتی رہتی ہے

اس کو بنانا شروع کر دیتے ہیں اور اسی طرح قیمت کم ہو جاتی ہے اور اگر کسی چیز کی قیمت معمول سے کم ہو جاتی ہے تو کاریگر اُس کو تیار کرنا چھوڑ دیتے ہیں یہ قاعدہ جو اشیاء مصنوعہ کی بابت بیان کیا گیا ہے زمین کی خام پیداوار پر پوری طرح صادق نہیں آتا کیونکہ اول تو قابل زراعت زمین کا رقبہ محدود ہوتا ہے اور اسی وجہ سے پیداوار زمین کی مقدار محدود ہوتی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ہر چیز کے بونے کے جُدا جُدا موسم ہیں اس لئے جب اُن چیزوں کی مانگ ہوتی ہے قیمت بڑھ جاتی ہے۔ اور جوں جوں مانگ بڑھتی ہے قیمت بھی بڑھتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ مانگ کم یا بالکل بند ہو جائے۔ چونکہ پیداوار کا ذخیرہ محدود ہوتا ہے جیسا کہ اس باب میں ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اس لئے اُس کی قیمت بڑھ جاتی ہے اور بڑھتے بڑھتے یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ جن لوگوں کو اُس شئے کی ضرورت ہے وہ بوجہ گرانی قیمت اُس کو خرید نہیں سکتے۔ اس طرح مانگ پھر کم ہو جاتی ہے۔

نرخ نامے تعین نرخ کے فوائد اور نقصانات

اس موقع پر نرخ یا نرخ ناموں کا کچھ تھوڑا سا بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جو ہندوستان کے شہروں میں عام طور پر رائج ہیں۔ یہ وہ طریقہ ہے جس سے اشیاء کی قیمت باقاعدہ طور پر مقرر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے یورپ میں اس طریقہ کو کوئی جانتا بھی نہیں اور درحقیقت وہاں اس کی ضرورت بھی نہیں ہے یورپ میں سوداگروں میں باہمی رقابت اس قدر سخت اور تجارت کو اس قدر پوری پوری آزادی ہے کہ سرکاری طور پر نرخ ناموں کا مقرر کرنا لاحاصل ہے اور سوداگر اور خریدار دونو کسی مقررہ نرخ نامہ کی پابندی نہیں کر سکتے ہندوستان میں یہ رسم بہت

ہی پرانی ہے اور سوداگروں اور خریداروں دونوں کے لئے خاص کر ضروریات زندگی کی خرید و فروخت میں کچھ نہ کچھ فائدہ مند تھی اس طریقہ سے دکان داروں کو لین دین میں سپاہیوں اور عہدہ دارو کے ظلم و تعدی سے ایک طرح کی حفاظت تھی۔ اور دکان داروں کی حرص و طمع سے غریب اور ناواقف لوگ محفوظ رہتے تھے مگر جس ملک میں عمدہ انتظام سلطنت ہو وہاں تعین نرخ کا طریقہ معدوم ہو جانا چاہئے اس طریقہ کا رجحان اس طرف ہے کہ اشیا کی قیمتیں معمول سے زیادہ مقرر کی جائیں۔ چونکہ دکان دار کو ایک معین زمانہ تک اپنا مال ایک مقررہ قیمت پر فروخت کرنا پڑتا ہے اس لئے وہ مقررہ نرخ میں کسی قدر زیادہ منافع کی گنجایش ضرور رکھے گا اور بہ نسبت اُس قیمت کے جو روز بروز نرخ تبدیل کرنے کی وجہ سے اُس کو مل سکتی تھی اپنا مال کسی قدر گراں فروخت کرے گا۔ تاکہ اُس نقصان سے محفوظ رہے جو وقتاً فوقتاً نرخ کی کمی بیشی سے پیش آسکتا ہے۔

دکان داروں کے ایکا کر لینے کی وجہ سے جو خرابی پیدا ہوتی ہے تعین نرخ کے انتظام سے یہ خرابی رفع نہیں ہو سکتی بلکہ درحقیقت یہ انتظام اس قسم کا ایکا قائم کرنے کی طرف مائل کرتا ہے اشیا کی قیمتوں کو اُن کی اصلی سطح پر رکھنے کے لئے صرف یہی طریقہ ہے کہ تجارت کو بالکل آزاد چھوڑ دیا جائے اور سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ سڑکوں۔ ریلوں اور نہروں کے ذریعہ سے مال کی آمد و رفت کے وسائل کو تقویت دی جائے اور آسان

کیا جائے۔

اشیائے مصنوعہ کی قیمت شرح اجرت کی کمی بیشی پر منحصر نہیں ہے

اشیائے مصنوعہ کی قیمت پر غور کرتے وقت اس بات کا بیان کر دینا مناسب ہے کہ کسی چیز کے تیار کرنے کے خرچ کا اندازہ اُس اُجرت کی شرح سے نہیں کیا جا سکتا جو مزدوروں کو دی جاتی ہے مثلاً بمبئی کی طرف معماروں کو جو اجرت دی جاتی ہے وہ شمالی ہندوستان کے معماروں کی اجرت سے تقریباً دو چند ہوتی ہے تاہم بمبئی میں کسی پُل یا مکان کی تعمیر کی لاگت دہلی کی نسبت دو چند نہیں ہوتی اس کی وجہ یہ ہے کہ بمبئی کا معمار شمالی ہند کے معمار کی نسبت زیادہ ہوشیار اور چُست و چالاک ہوتا ہے اور اسی وجہ سے دہلی کے معمار کی نسبت ایک دن میں زیادہ کام کر سکتا ہے اور زیادہ اجرت کا مستحق ہے اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ انگلستان میں کاریگروں کو ہندوستان کی نسبت چوگنی تا پچ گنی مزدوری ملتی ہے پھر بھی ہندوستان میں انگلستان کی نسبت زیادہ سستا کام نہیں ہوتا۔ اس اعلیٰ اجرت کا سبب یہ ہے کہ انگلستان کا کاریگر نہ صرف اپنے کام میں بخوبی ماہر ہوتا ہے بلکہ اُس کو اپنی زندگی بسر کرنے کے لئے اچھی خوراک اور اچھے مکان کی ضرورت ہے۔ اور اگر کسی جگہ اُس کو کافی مزدوری نہیں مل سکتی تو وہ دوسری جگہ چلا جاتا ہے۔ مگر ہندوستان میں یہ بات آسان نہیں ہے کیوں کہ بدقسمتی سے کاریگر ذات اور پیشہ کے رسم و رواج کی وجہ سے ایک ہی قسم کی طرز معاشرت میں محدود رہتے ہیں۔ اس کے سوا جس شہر میں پیدا ہوئے ہوں اُس سے باہر سفر کرنے کی ترغیب مشکل سے اُن کو دی جا سکتی ہے لیکن یہ تعصبات اب دور ہوتے جاتے ہیں

اور ہم عنقریب دیکھیں گے کہ ہندوستانی کاریگر انگلستان کے کاریگروں کی طرح شوق کے ساتھ ایسے کام پر باہر جایا کریں گے جس میں معقول اجرت مل سکے +

باب چہارم

سود اور منافع

وہ اسباب جو سود کی شرحوں پر موثر ہوتے ہیں۔ ناقابل اطمینان ضمانت کا مفہوم زیادہ سود ہے۔ اور یہی صورت بدامن سلطنت میں بھی پیش آتی ہے۔ تجارت کی حالت کا اثر سود کی شرح پر منافع کی تعریف۔ زیادہ اور کم منافع کے وجوہات ۔

اب ہم ایسے دو مضمونوں پر غور کریں گے جو ہر شخص کے لئے بہت ضروری ہیں یعنی **شرح سود** نقد روپیہ پر اور عام کاروبار کا **منافع**۔

تین بڑے بڑے اسباب جو شرح سود پر موثر ہوتے ہیں

ہندوستان کے غریب لوگ بدقسمتی سے اُن اسباب کو نہیں سمجھتے جو شرح سود پر موثر ہوتے ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ طبقہ کے لوگ بھی اس مسئلہ سے بہت ہی کم واقف ہیں۔ اور اس کی بابت تحریر و تقریر میں سخت غلطیاں کرتے ہیں۔ سودخواروں کی نسبت اکثر لوگوں کا عام خیال ہے کہ یہ لوگ دوسرے پیشہ کے لوگوں کی نسبت اپنے معاملات میں بہت زیادہ حریص اور سخت گیر ہوتے ہیں۔ عوام الناس کی اس رائے کو یہاں تک قابل غور سمجھا گیا تھا کہ ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا زیادہ سود لینے کے خلاف قانون پاس کر دیئے

گئے تھے۔ یعنی ایسے قانون جن کے ذریعہ سے قرض لئے ہوے روپیہ پر سود کی شرحوں میں اس مفروضہ جبر و تعدی کی ممانعت کی گئی تھی لیکن آج کل عقلمند آدمیوں کا یہ خیال نہیں ہے۔ کیوں کہ اب اس بات کو سمجھتے ہیں کہ شاذ و نادر صورتوں کے سوا وہ اسباب جن سے شرح سود میں اضافہ ہوتا ہے اُن اسباب سے کچھ ایسے مختلف نہیں ہیں جن کی وجہ سے کسی تجارتی مال کی قیمت بڑھ جاتی ہے اور یہ بات ممکن ہے اور اکثر ایسا ہی ہوتا بھی ہے۔ کہ نقد روپیہ پر زیادہ سود لینا اسی قدر معقول اور مناسب ہو جیسا کہ جوتیوں کے جوڑے کو گراں قیمت پر فروخت کرنا۔

تین بڑے بڑے سبب جن کا اثر سود پر پڑتا ہے حسب ذیل ہیں:۔

اوّل۔ اُس ضمانت کی قیمت جو قرضہ کی بابت پیش کی جاتی ہے ٭

دوم۔ اُس روپیہ کی مقدار جو قرضہ کی غرض سے بازار میں دستیاب ہو سکتا ہو۔

سوم۔ تجارت اور زراعت کی عام حالت۔ اگر حالت عمدہ ہو تو سرمایہ یعنی بچائے ہوے روپیہ کی مانگ زیادہ بڑھ سکتی ہے ورنہ ممکن ہے کہ روپیہ کی ضرورت نہ پڑے اور اس وجہ سے روپیہ سستا ہو جائے۔

پہلے سبب کی تشریح

پہلا سبب ایسا ہے کہ اِس کے سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہوگی تمام دنیا میں یہ ایک عام مقولہ ہے کہ" ناقابل اطمینان ضمانت کا مفہوم

زیادہ سود ہے" یہ بات صاف ظاہر ہے کہ اگر کسی آدمی کے پاس قرض دینے کے لئے روپیہ موجود ہو تو اُس کا روپیہ جس قدر زیادہ جوکھوں میں ہوگا وہ اُسی قدر زیادہ سود لے گا۔ ایک غریب کاشتکار جو قرضدار ہے اور شاید لوگوں کو اُس کی قرضداری کا حال بھی معلوم ہے۔ یا ایک چھوٹا محرر جس کی آمدنی نہایت قلیل اور محدود ہے شادی کی تقریب پر اُس شرح سود سے روپیہ قرض لینے کی توقع نہیں کرسکتا جس شرح سے ایک مالدار زمیندار جس کے پاس بہت سی زمین اور مویشی ہوں اور جو ایک نیا کنواں بنانے یا اپنے کارخانہ زراعت کو وسعت دینے کی غرض سے بیل خریدنے کے لئے روپیہ قرض لینا چاہتا ہے۔ صورت متاخر الذکر میں ساہوکار یہ بات جانتا ہے کہ اُس کا روپیہ بخوبی محفوظ ہے۔ مگر صورت اول میں اس کو خوب معلوم ہے بلکہ یقین ہے کہ نہ صرف سود حاصل کرنے میں دقت پیش آئیگی بلکہ کہیں اصل روپیہ ہی غارت نہ ہو جائے۔ بیشک ایسی صورتیں بھی کبھی کبھی پیدا ہو جاتی ہیں کہ لوگ کسی سخت مہاجن کے غلام ہی بن جاتے ہیں مگر یہ بات بھولنی نہیں چاہئے کہ شکستہ حالی۔ مفلسی۔ جہالت اور سُستی۔ ایسی خرابیاں ہیں جن کی وجہ سے کم و بیش ہر ایک ملک میں لوگوں کو دولت مندوں اور قوی آدمیوں کے بس میں پڑ جانے کی ضرور توقع رکھنی چاہئے۔ اس کا علاج یہی ہے کہ دور اندیشی اور پیش بینی کی عادت کو ترقی دی جاوے۔ تعلیم کی اشاعت کی جائے اور قرض کا کبھی بھولے بھی نام نہ لیں۔

ہندوستان کی غلسی کا بڑا سبب سرانف ہے

ہندوستان میں مصیبت کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ ہر طبقہ کے لوگ ادنیٰ و اعلیٰ شادی کی رسم میں نادانی سے اندھا دھند روپیہ اُڑا دیتے ہیں۔ لوگوں کی یہ احمقانہ خواہش کہ ایک دفعہ تو دل کھول کر اِس قدر روپیہ صرف کر دیجئے جس سے بڑا نام ہو جائے اکثر اوقات اُن کو ایسے قرض اور مصیبت میں پھنسا دیتی ہے کہ عمر بھر اُس سے چھٹکارا نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ ایسے فضول کاموں کے واسطے روپیہ قرض لیں اُن کو آسان شرائط پر روپیہ قرض لینے کی توقع نہیں رکھنی چاہیئے۔

سلطنت کا استحکام اور امن و امان بھی شرح سود پر موثر ہوتا ہے۔

قرض کی ضمانت کے متعلق ایک اور بات قابل غور ہے کہ آیا وہ سلطنت جس میں قرض خواہ اور قرض دار رہتے ہیں مستحکم اور عادل ہے یا نہیں اگر وہ ایسے ملک میں رہتے ہوں جہاں فی الحقیقت مال و اسباب کی کوئی حفاظت نہ ہو جہاں قانون پر (اگر کوئی ہو) عمل نہ ہوتا ہو۔ اور جہاں جج رشوت خوار ہوں وہاں مہاجن کو معلوم ہو جائے گا کہ کئی طرح سے اُس کے روپیہ کے ڈوب جانے کا اندیشہ ہے اِس کے علاوہ اگر دولتمند آدمی کو اِس بات کا کھٹکا لگا رہے کہ اُس کا لین دین معرض خطر میں ہے اور ہر ایک معاملہ ہر وقت پلٹ سکتا ہے تو وہ روپیہ کو سود پر دینے کی بجائے قفل میں بند کر کے حفاظت سے رکھنا پسند کرے گا اور کچھ نہیں تو سرمایہ کی طرف سے تو مطمئن ہو جائے گا۔ بجائے اس کے کہ سرمایہ اور سود دونوں کو جوکھوں میں ڈال دے یورپ میں جو خفیف شرح سود پر روپیہ قرض مل سکتا ہے اُس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کو سلطنت کے استحکام اور نیک نیتی پر عموماً اعتماد ہوتا ہے۔ اس کے بغیر روپیہ سستا نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی

ممکن ہے کہ باوجود استحکام سلطنت کے روپیہ مہنگا ہو اور زیادہ شرح سود پر دستیاب ہو مگر اس کے دوسرے قوی اسباب ہوتے ہیں۔

دوسرے سبب کی تشریح

دوسرا سبب جو شرح سود پر موثر ہوتا ہے روپیہ کی کم و بیش **مقدار** ہے جو کسی ملک یا ضلع میں قرض پر چلانے کے لئے موجود ہو۔ اس مطلب کو دوسری عبارت میں اس طرح بیان کر سکتے ہیں کہ **کسی ملک کا تمول یا افلاس بھی شرح سود کی کمی بیشی کا ایک سبب** ہے جس ملک میں پس انداز کیا ہوا روپیہ یعنے سرمایہ اُس کی مردم شماری کے مقابلہ میں کم ہو وہ ملک **مفلس** ہے اور یہ شرط ہندوستان میں پوری طرح سے پائی جاتی ہے۔ یہ بات صاف ظاہر ہے کہ جس جگہ سرمایہ کی قلت ہوگی۔ وہاں سخت اور گراں سود پر ہی روپیہ مل سکے گا۔ کیونکہ یہ **عام قاعدہ** ہے کہ جو **شئے کمیاب ہوتی ہے وہ گراں ہوتی ہے** بشرطیکہ اُس شئے کی مانگ بھی ہو اور روپیہ کی بھی ہمیشہ یہی صورت ہے۔

تیسرے سبب کی تشریح

تیسرا سبب جس پر شرح سود منحصر ہے **تجارت اور زراعت کی عام حالت** ہے یعنی یہ بات کہ تجارت اور زراعت عمدہ حالت میں ہیں یا نہیں اور یہ کہ ان پیشوں میں منافع زیادہ حاصل ہوتا ہے یا کم۔ کوئی کام عمدہ طور پر نہیں چل سکتا اگر اُس میں معقول منافع نہ ہو کیوں کہ تھوڑے سے فائدہ کے واسطے کوئی شخص اُس کام میں نہیں پڑے گا۔ پس اگر تجارت یا زراعت یا صنعت و حرفت میں زیادہ منافع حاصل ہوتا ہو تو اُس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شرح سود بڑھ جائے گی۔ اِس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ ایسے پیشوں کے واسطے

ہندوستان کی مفلسی کا بڑا سبب اسراف ہے

ہندوستان میں مصیبت کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ ہر طبقہ کے لوگ ادنی و اعلیٰ شادی کی رسم میں نادانی سے اندھا دھند روپیہ اڑا دیتے ہیں۔ لوگوں کی یہ احمقانہ خواہش کہ ایک دفعہ تو دل کھول کر اس قدر روپیہ صرف کر دیجئے جس سے بڑا نام ہو جائے اکثر اوقات اُن کو ایسے قرض اور مصیبت میں پھنسا دیتی ہے کہ عمر بھر اُس سے چھٹکارا نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ ایسے فضول کاموں کے واسطے روپیہ قرض لیں اُن کو آسان شرائط پر روپیہ قرض لینے کی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔

سلطنت کا استحکام اور امن و امان بھی شرح سود پر مؤثر ہوتا ہے۔

قرض کی ضمانت کے متعلق ایک اور بات قابل غور ہے کہ آیا وہ سلطنت جس میں قرض خواہ اور قرض دار رہتے ہیں **مستحکم** اور **عادل** ہے یا نہیں اگر وہ ایسے ملک میں رہتے ہوں جہاں فی الحقیقت مال و اسباب کی کوئی حفاظت نہ ہو جہاں قانون پر (اگر کوئی ہو) عمل نہ ہوتا ہو۔ اور جہاں جج رشوت خوار ہوں وہاں مہاجن کو معلوم ہو جائے گا کہ کئی طرح سے اُس کے روپیہ کے ڈوب جانے کا اندیشہ ہے اس کے علاوہ اگر دولتمند آدمی کو اس بات کا کھٹکا لگا رہے کہ اُس کا لین دین معرض خطر میں ہے اور ہر ایک معاملہ ہر وقت پلٹ سکتا ہے تو وہ روپیہ کو سود پر دینے **کی بجائے قفل میں بند کر کے حفاظت** سے رکھنا پسند کرے گا اور کچھ نہیں تو سرمایہ کی طرف سے تو مطمئن ہو جائے گا۔ بجائے اس کے کہ سرمایہ اور سود دونوں کو جوکھوں میں ڈال دے **یوروپ** میں جو خفیف شرح سود پر روپیہ قرض مل سکتا ہے اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کو سلطنت کے استحکام اور نیک نیتی پر عموماً **اعتماد** ہوتا ہے۔ اس کے بغیر روپیہ سستا نہیں ہو سکتا یہ بھی

ممکن ہے کہ باوجود استحکام سلطنت کے روپیہ مہنگا ہو اور زیادہ شرح سود پر دستیاب ہو مگر اس کے دوسرے قوی اسباب ہوتے ہیں۔

دوسرے سبب کی تشریح

دوسرا سبب جو شرح سود پر موثر ہوتا ہے روپیہ کی کم و **بیش مقدار** ہے جو کسی ملک یا ضلع میں قرض پر چلانے کے لئے موجود ہو۔ اس مطلب کو دوسری عبارت میں اس طرح بیان کر سکتے ہیں کہ **کسی ملک کا تموّل یا افلاس بھی شرح سود کی کمی بیشی کا ایک سبب ہے** جس ملک میں پس انداز کیا ہوا روپیہ یعنے سرمایہ اُس کی مردم شماری کے مقابلہ میں کم ہو وہ ملک **مفلس ہے** اور یہ شرط ہندوستان میں پوری طرح سے پائی جاتی ہے۔ یہ بات صاف ظاہر ہے کہ جس جگہ سرمایہ کی قلت ہوگی۔ وہاں سخت اور گراں سود پر ہی روپیہ مل سکے گا۔ کیونکہ یہ **عام قاعدہ ہے** کہ جو **شئے کمیاب ہوتی ہے وہ گراں ہوتی ہے** بشرطیکہ اُس شئے کی مانگ بھی ہو اور روپیہ کی بھی ہمیشہ یہی صورت ہے۔

تیسرے سبب کی تشریح

تیسرا سبب جس پر شرح سود منحصر ہے **تجارت اور زراعت کی عام حالت ہے** یعنی یہ بات کہ تجارت اور زراعت عمدہ حالت میں ہیں یا نہیں اور یہ کہ ان پیشوں میں منافع زیادہ حاصل ہوتا ہے یا کم۔ کوئی کام عمدہ طور پر نہیں چل سکتا اگر اُس میں معقول منافع نہ ہو کیوں کہ تھوڑے سے فائدہ کے واسطے کوئی شخص اُس کام میں نہیں پڑے گا۔ پس اگر تجارت یا زراعت یا صنعت و حرفت میں زیادہ منافع حاصل ہوتا ہو تو اُس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شرح سود بڑھ جائے گی۔ اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ ایسے پیشوں کے واسطے

ہندوستان کی مفلسی کا بڑا سبب اسراف ہے

ہندوستان میں مصیبت کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ ہر طبقہ کے لوگ ادنیٰ و اعلیٰ شادی کی رسم میں نادانی سے اندھا دھند روپیہ اڑا دیتے ہیں۔ لوگوں کی یہ احمقانہ خواہش کہ ایک دفعہ تو دل کھول کر اس قدر روپیہ صرف کر دیجئے جس سے بڑا نام ہو جائے اکثر اوقات اُن کو ایسے قرض اور مصیبت میں پھنسا دیتی ہے کہ عمر بھر اُس سے چھٹکارا نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ ایسے فضول کاموں کے واسطے روپیہ قرض لیں اُن کو آسان شرائط پر روپیہ قرض لینے کی توقع نہیں رکھنی چاہئے۔

سلطنت کا استحکام اور امن و امان بھی شرح سود پر موثر ہوتا ہے۔

قرض کی ضمانت کے متعلق ایک اور بات قابل غور ہے کہ آیا وہ سلطنت جس میں قرض خواہ اور قرض دار رہتے ہیں **مستحکم** اور **عادل** ہے یا نہیں اگر وہ ایسے ملک میں رہتے ہوں جہاں فی الحقیقت مال و اسباب کی کوئی حفاظت نہ ہو جہاں قانون پر (اگر کوئی ہو) عمل نہ ہوتا ہو۔ اور جہاں جج رشوت خوار ہوں وہاں مہاجن کو معلوم ہو جائے گا کہ کئی طرح سے اُس کے روپیہ کے ڈوب جانے کا اندیشہ ہے۔ اِس کے علاوہ اگر دولتمند آدمی کو اِس بات کا کھٹکا لگا رہے کہ اُس کا لین دین معرض خطر میں ہے اور ہر ایک معاملہ ہر وقت پلٹ سکتا ہے تو وہ روپیہ کو سود پر دینے کی بجائے **قفل میں بند کر کے حفاظت** سے رکھنا پسند کرے گا اور کچھ نہیں تو سرمایہ کی طرف سے تو مطمئن ہو جائے گا۔ بجائے اس کے کہ سرمایہ اور سود دونوں کو جوکھوں میں ڈال دے۔ **یورپ** میں جو خفیف شرح سود پر روپیہ قرض مل سکتا ہے اُس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کو سلطنت کے استحکام اور نیک نیتی پر عموماً **اعتماد** ہوتا ہے۔ اس کے بغیر روپیہ سستا نہیں ہو سکتا یہ بھی

ممکن ہے کہ باوجود استحکام سلطنت کے روپیہ مہنگا ہو اور زیادہ شرح سود پر دستیاب ہو مگر اس کے دوسرے قوی اسباب ہوتے ہیں۔

دوسرے سبب کی تشریح

دوسرا سبب جو شرح سود پر موثر ہوتا ہے روپیہ کی کم و بیش **مقدار** ہے جو کسی ملک یا ضلع میں قرض پر چلانے کے لئے موجود ہو۔ اس مطلب کو دوسری عبارت میں اس طرح بیان کر سکتے ہیں کہ **کسی ملک کا تمول یا افلاس بھی شرح سود کی کمی بیشی کا ایک سبب ہے** جس ملک میں پس انداز کیا ہوا روپیہ یعنے سرمایہ اُس کی مردم شماری کے مقابلہ میں کم ہو وہ ملک **مفلس** ہے اور یہ شرط ہندوستان میں پوری طرح سے پائی جاتی ہے۔ یہ بات صاف ظاہر ہے کہ جس جگہ سرمایہ کی قلت ہوگی۔ وہاں سخت اور گراں سود پر ہی روپیہ مل سکے گا۔ کیونکہ یہ **عام قاعدہ ہے کہ جو شئے کمیاب ہوتی ہے وہ گراں ہوتی ہے** بشرطیکہ اُس شئے کی مانگ بھی ہو اور روپیہ کی بھی ہمیشہ یہی صورت ہے۔

تیسرے سبب کی تشریح

تیسرا سبب جس پر شرح سود منحصر ہے **تجارت اور زراعت کی عام حالت ہے** یعنی یہ بات کہ تجارت اور زراعت عمدہ حالت میں ہیں یا نہیں اور یہ کہ ان پیشوں میں منافع زیادہ حاصل ہوتا ہے یا کم۔ کوئی کام عمدہ طور پر نہیں چل سکتا اگر اُس میں معقول منافع نہ ہو کیونکہ تھوڑے سے فائدہ کے واسطے کوئی شخص اُس کام میں نہیں پڑے گا۔ پس اگر تجارت یا زراعت یا صنعت و حرفت میں زیادہ منافع حاصل ہوتا ہو تو اُس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شرح سود بڑھ جائے گی۔ اِس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ ایسے پیشوں کے واسطے

ہندوستان کی مفلسی کا بڑا سبب اسراف ہے

ہندوستان میں مصیبت کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ ہر طبقہ کے لوگ ادنیٰ و اعلیٰ شادی کی رسم میں نادانی سے اندھا دھند روپیہ اُڑا دیتے ہیں۔ لوگوں کی یہ **احمقانہ خواہش** کہ ایک دفعہ تو دل کھول کر اِس قدر روپیہ صرف کر دیجئے جس سے بڑا نام ہو جائے اکثر اوقات اُن کو ایسے قرض اور مصیبت میں پھنسا دیتی ہے کہ عمر بھر اُس سے چھٹکارا نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ ایسے فضول کاموں کے واسطے روپیہ قرض لیں اُن کو آسان شرائط پر روپیہ قرض لینے کی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔

سلطنت کا استحکام اور امن و امان بھی شرح سود پر موثر ہوتا ہے۔

قرض کی ضمانت کے متعلق ایک اور بات قابل غور ہے کہ آیا وہ سلطنت جس میں قرض خواہ اور قرض دار رہتے ہیں **مستحکم** اور **عادل** ہے یا نہیں اگر وہ ایسے ملک میں رہتے ہوں جہاں فی الحقیقت مال و اسباب کی کوئی حفاظت نہ ہو جہاں قانون پر (اگر کوئی ہو) عمل نہ ہوتا ہو۔ اور جہاں جج رشوت خوار ہوں وہاں مہاجن کو معلوم ہو جائے گا کہ کسی طرح سے اُس کے روپیہ کے ڈوب جانے کا اندیشہ ہے اِس کے علاوہ اگر دولتمند آدمی کو اِس بات کا کھٹکا لگا رہے کہ اُس کا لین دین معرض خطر میں ہے اور ہر ایک معاملہ ہر وقت پلٹ سکتا ہے تو وہ روپیہ کو سود پر دینے **کی بجائے قفل میں بند کر کے حفاظت** سے رکھنا پسند کرے گا اور کچھ نہیں تو سرمایہ کی طرف سے تو مطمئن ہو جائے گا۔ بجائے اس کے کہ سرمایہ اور سود دونوں کو جوکھوں میں ڈال دے۔ **یوروپ** میں جو خفیف شرح سود پر روپیہ قرض مل سکتا ہے اُس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کو سلطنت کے استحکام اور نیک نیتی پر عموماً **اعتماد** ہوتا ہے۔ اس کے بغیر روپیہ سستا نہیں ہو سکتا یہ بھی

ممکن ہے کہ باوجود استحکام سلطنت کے روپیہ مہنگا ہو اور زیادہ شرح سود پر دستیاب ہو مگر اس کے دوسرے قوی اسباب ہوتے ہیں۔

دوسرے سبب کی تشریح

دوسرا سبب جو شرح سود پر موثر ہوتا ہے روپیہ کی کم و بیش مقدار ہے جو کسی ملک یا ضلع میں قرض پر چلانے کے لئے موجود ہو۔ اس مطلب کو دوسری عبارت میں اس طرح بیان کر سکتے ہیں کہ **کسی ملک کا تمول یا افلاس بھی شرح سود کی کمی بیشی کا ایک سبب ہے** جس ملک میں پس انداز کیا ہوا روپیہ یعنے سرمایہ اُس کی مردم شماری کے مقابلہ میں کم ہو وہ ملک **مفلس** ہے اور یہ شرط ہندوستان میں پوری طرح سے پائی جاتی ہے۔ یہ بات صاف ظاہر ہے کہ جس جگہ سرمایہ کی قلت ہوگی۔ وہاں سخت اور گراں سود پر ہی روپیہ مل سکے گا۔ کیونکہ یہ **عام قاعدہ** ہے کہ جو **شئے کمیاب ہوتی ہے وہ گراں ہوتی ہے** بشرطیکہ اُس شئے کی مانگ بھی ہو اور روپیہ کی بھی ہمیشہ یہی صورت ہے۔

تیسرے سبب کی تشریح

تیسرا سبب جس پر شرح سود منحصر ہے **تجارت و زراعت کی عام حالت ہے** یعنی یہ بات کہ تجارت اور زراعت عمدہ حالت میں ہیں یا نہیں اور یہ کہ ان پیشوں میں منافع زیادہ حاصل ہوتا ہے یا کم۔ کوئی کام عمدہ طور پر نہیں چل سکتا اگر اُس میں معقول منافع نہ ہو کیونکہ تھوڑے سے فائدہ کے واسطے کوئی شخص اُس کام میں نہیں پڑے گا۔ پس اگر تجارت یا زراعت یا صنعت و حرفت میں زیادہ منافع حاصل ہوتا ہو تو اُس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شرح سود ضرور بڑھ جائے گی۔ اِس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ ایسے پیشوں کے واسطے

جن میں نفع زیادہ حاصل ہوتا ہے روپیہ کی ضرورت پڑتی ہے اور ان پیشوں کو چلانے کی غرض سے سوداگروں میں **رقابت** پیدا ہوجاتی ہے ۔جب روپیہ یا کسی دوسری شئے کی مانگ بہت بڑھ جاتی ہے تو وہ شئے گراں ہوجاتی ہے **روپیہ کے گراں ہوجانے کے یہی معنی ہیں کہ اُس پر زیادہ سود دینا پڑتا ہے** اگر کوئی شخص تجارت میں بہت زیادہ فائدہ حاصل کرے تو وہ گراں سود دینا گوارا کرسکتا ہے **مثلاً** فرض کرو کہ کوئی شخص **ایک** روپیہ قرض لے اور اُس کے رنگترے خرید کر اُسی روز ڈیڑھ روپیہ کو فروخت کردے تو اُس کو ہر روز پچاس فی صدی یعنی (۱۸۲۵۰) فی صدی سالانہ منافع ہوتا ہے ایسی حالت میں اُس کو **ایک** روپیہ پر **ایک آنہ یومیہ سود** ادا کرنا گراں نہ گزرے گا حالانکہ یہ **سود سوا چھ** فی صدی روزانہ یا ۲۲۸۱ روپیہ ۴ر فی صدی سالانہ تک پہنچ جائے گا۔ ایسا منافع اور ایسا سود بے شک غیر معمولی ہیں۔ لیکن اس مثال سے نہ صرف یہ بات ثابت ہوجائے گی کہ **سود منافع پر منحصر** ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہوجائے گا کہ نہایت سخت سود بھی کچھ ضرور نہیں ہے کہ قرض لینے والے کو گراں گزرے۔

منافع کی تعریف اور سود و منافع کا فرق

اب ہم منافع کے عام مسئلہ کی طرف رجوع کرتے ہیں **منافع کی تعریف** اس طرح کی جاسکتی ہے کہ منافع کسی چیز کے بنانے یا تیار کرنے کی لاگت لگنے اور اُس کی قیمت اُٹھنے میں جو تفاوت ہے اُس کا نام ہے اگر یہ تفاوت صحیح رُخ پر ہو۔ یعنی قیمت فروخت اصل لاگت سے زیادہ ہو تو اُس کو **نفع** کہتے ہیں اور اگر غلط رُخ پر ہو یعنی فروخت سے لاگت

زیادہ ہو تو اُس کو **نقصان** کہتے ہیں۔ **شرح منافع** لاگت اور قیمت فروخت کے اُس تفاوت کو کہتے ہیں جو ہفتہ وار ماہانہ یا سالانہ حاصل ہو۔ جب منافع نقد روپیہ پر حاصل کیا جاتا ہے تو اُس کو سود کہتے ہیں۔ اب جیسا کہ اوپر ہم نے رنگترہ فروش کی مثال دے کر ظاہر کیا ہے یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ جس قدر کم مدت میں منافع حاصل کیا جاتا ہے اسی قدر شرح منافع بڑھتی ہے مثلاً جو شخص اپنے سرمایہ پر ہر روز ایک فی صدی کماتا ہے وہ ۳۶۵ فی صدی سالانہ نفع حاصل کرتا ہے۔

منافع کی تقسیم اور کمی بیشی منافع کی وجوہ

تجارت کے منافع کو عموماً تین حصوں پر تقسیم کرتے ہیں سب سے پہلا اور سب سے زیادہ ضروری حصہ وہ **معمولی سود** ہے جو تجارتی روپیہ پر لگایا جاتا ہے۔ یہ سود کم از کم اس قدر ضرور ہونا چاہیئے جس قدر کہ **سرکاری کفالت** میں روپیہ داخل کرنے سے سود حاصل ہونے کی توقع کی جا سکتی ہے **دوسرے حصہ** میں وہ رقم شامل ہے جو سرمایہ کے جوکھوں میں پڑنے کی وجہ سے واجب الادا ہے اگر اُس سرمایہ کو کاروبار میں لگایا جائے۔ اور **تیسرا حصہ** وہ معاوضہ ہے جس کو حاصل کرنے کے لئے ہم تجارت میں اپنا وقت اور ہنر صرف کرتے ہیں۔ جو لوگ اپنا روپیہ **سرکاری راس المال** میں لگاتے ہیں جس میں روپیہ پوری طرح محفوظ رہتا ہے اُن کو منافع کا صرف پہلا حصہ ملتا ہے۔ اُن کو اس کے سوا اور کوئی تکلیف نہیں اُٹھانی پڑتی کہ نوٹ خرید لیں اور گھر بیٹھے اُن پر سود لیا کریں۔ مگر جو لوگ کسی **بینک گھر یا کمپنی** کے حصے خریدتے ہیں وہ بھی اسی قدر سود حاصل کرتے ہیں جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اور چونکہ بینک گھر یا کمپنی کے کاروبار میں

اصل راس المال کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے اس لئے اس منافع کے علاوہ کچھ اور منافع حاصل کرنے کے بھی متوقع رہتے ہیں اب یہ ہے وہ لوگ جو دکان داری یا زراعت کرتے ہیں یا کسی دوسرے کاروبار میں مصروف ہیں اُن لوگوں کو منافع کے وہ دونو حصے بھی ملتے ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے اور اس کے علاوہ منافع کا تیسرا حصہ یعنی محنت کی اجرت بھی حاصل کرتے ہیں۔ یہ منافع اس بات کا معاوضہ ہے کہ وہ لوگ کام پر توجہ کرتے ہیں اور اپنا وقت اور ہنر صرف کرتے ہیں سب سے بڑھکر منافع اُن ہی لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو اپنا روپیہ تجارت زراعت یا صنعت میں لگاتے ہیں خواہ اپنے ہاتھ سے کام کریں خواہ ملازموں کے ذریعہ سے۔ اور سب سے کم منافع اُن لوگونکو ملتا ہے جو اس بات پر قانع ہیں کہ گھر بیٹھے اپنا روپیہ ایسے راس المال میں لگادیں جس میں روپیہ پوری طرح محفوظ رہے اور نے کھٹکے سود ملتا رہے۔

جو لوگ کسی قسم کی تجارت مثلاً دُکان داری کرتے ہیں اُن کے لئے ضروری ہے کہ دُکان داری ہی کے ذریعہ سے اپنا گزارہ کریں ایسا نہ کریں تو اُن کا کام نہیں چل سکتا جب کسی چھوٹے گاؤں کا چھوٹا دکاندار ایک شہر کے بڑے دُکان دار کی نسبت زیادہ قیمت پر مال فروخت کرتا ہے تو یہ بات ضرور یاد رکھنی چاہئے کہ وہ دن بھر میں بہت ہی تھوڑا مال فروخت کرتا ہے اور یہ بات ضروری ہے کہ وہ اپنے مال کو اس قدر گراں قیمت پر فروخت کرے جس سے اُس کا گزارہ ہوسکے حالانکہ بڑے شہر کی بڑی دُکان پر ایک ہی دن میں بہت سا مال فروخت ہوجاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ بڑا دُکان دار ہر ایک چیز پر تھوڑا سا نفع لینا گوارا کرسکتا ہے یا یوں کہو کہ مال کو سستے داموں فروخت کرسکتا ہے +

باب پنجم

زمین کا لگان

لگان کے معنی۔ لگان آج کل عموماً دستور کے لحاظ سے مقرر کئے جاتے ہیں۔ لگان کی معافی کا نتیجہ۔ حقوق الکانہ اراضی کی قسمیں۔ بنگالہ کا لگان اور جدید مسودہ قانون اراضی۔ لگان زیر حکومت سرکار انگریزی

لگان کا مسئلہ نہایت غور طلب ہے

اِس چھوٹے سے رسالہ میں جتنے مضامین بیان کئے گئے ہیں۔ اُن میں یہ مضمون غالباً ہمارے ناظرین کے لئے سب سے زیادہ دل چسپ ہوگا۔ ہندوستان کی تمام محنت و سرمایہ کا سب سے بڑا حصہ زراعت میں صرف ہوتا ہے اور اسی وجہ سے **لگان کی مقدار اور نوعیّت** کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو لوگوں کے دلوں میں ہمیشہ گزرتا رہتا ہے اِس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ وہ لوگ جن کا زراعت سے تعلق ہے لگان کی اصلیت اور اُس کے معنی صاف طور پر سمجھ لیں۔

لگان کے معنی اور تقرر لگان کے اصول

لگان درحقیقت وہ رقم ہے جو زمین کے استعمال یا حق کاشت کے معاوضہ میں ادا کی جاتی ہے ہم کو اس بات کے سمجھنے میں کوشش کرنی چاہئے کہ **لگان کی مقدار** کس طرح معین کی جاتی ہے؟ ہم جانتے ہیں کہ بعض زمینیں اچھی ہوتی ہیں اور بعض بُری بعض زمینیں سڑک۔ دریا۔ یا ریل کے نزدیک ہوتی ہیں اور بعض بہت دور

جنگل میں غلہ کی منڈی سے فاصلہ پر واقع ہوتی ہیں۔ اسی طرح بعض زمینیں بلند ہوتی ہیں اور وہاں پانی کی بہت قلت ہوتی ہے اور بعض زمینیں نشیب میں ہوتی ہیں۔ اور کنوئیں یا نہر کے ذریعہ سے اُن کی آبپاشی آسانی سے ہوسکتی ہے۔ علی ہذا القیاس بعض زمینیں ایسی ریتلی یا پتھریلی اور جڑیلی ہوتی ہیں کہ مشکل ہی سے کسی شخص کو اُن میں کاشت کرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص کاشت کرتا بھی ہے تو اس قدر قلیل فائدہ ہوتا ہے کہ وہ اس کا لگان بالکل ادا نہیں کرسکتا۔ ایسی زمینوں میں اول اول صرف اس قدر پیداوار ہوتی ہے جس سے کاشتکار کو صرف اپنی محنت اور تخم کا معاوضہ مل سکے اور زمیندار کو لگان ادا کرنے کی گنجایش نہیں ہوتی۔ برعکس اس کے بعض زمینیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر اُن پر لگان نہ لیا جائے تو جس قدر منافع خراب زمینوں کی کاشت سے حاصل ہوسکتا ہے اُس سے کہیں زیادہ منافع کاشت کار کو حاصل ہوگا۔ یہی **زائد منافع زمیندار کاشت کار سے بطور لگان کے لیتا ہے** اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تمام کاشت کاروں کی حالت مساوی ہوجاتی ہے خواہ وہ اچھی زمین میں زراعت کریں خواہ بُری میں۔ جو شخص خراب زمین میں کاشت کرتا ہے اُس سے یا تو بہت کم لگان لیا جاتا ہے یا بالکل لیا ہی نہیں جاتا۔ اگر جو کاشت کار زرخیز زمین میں زراعت کرتا ہے وہ اعلیٰ درجہ کا لگان ادا کرتا ہے یا اُس کو ادا کرنا چاہئے۔ **پس لگان اُن منفعتوں کی اضافی قیمتوں کو ظاہر کرتا ہے جو زمین کی زراعت سے حاصل ہوتی ہیں۔** لگان کے یہ معنی جو بیان کئے گئے ہیں۔ اُن سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ وہ ہر ایک حالت میں یہ ایک

حق مالکانہ اراضی پر صادق آتے ہیں۔ خاص کر جبکہ ایک ہی قسم کی زمین کے ایک بڑے رقبہ کے لگان پر غور کی جائے

لگان عموماً دستور کے لحاظ سے مقرر کئے جاتے ہیں

اس کے علاوہ آج کل عموماً دستور کے اعتبار سے لگان مقرر کیا جاتا ہے اور خاص کر اُس زمین پر جو سرکار انگریزی کے علاقہ میں ہے بہت خفیف لگان لیا جاتا ہے اور یہ لگان اُس منافع کا بہت ہی قلیل حصہ ہوتا ہے جو زراعت سے حاصل ہوتا ہے۔ عقلمند زمیندار کو تھوڑے ہی لگان پر قناعت کرنی چاہئے تاکہ کاشت کار کو انقلابوں اور خانگی مصیبتوں کی تلافی کے لئے عمدہ موقع ملتا رہے اُس کو اس بات کی ہمت دلانی چاہئے کہ زمین کو کمزور کرنے کی بجائے اُس کو ترقی دے اس کا طریقہ یہی ہے کہ حقوق مالکانہ کا تعین کر دیا جائے اور اگر کاشتکار نے زمین کی حالت کو ترقی دی ہے تو اُس کو بے دخل کرنے کی صورت میں معقول معاوضہ دیا جائے۔

لگان کی معافی کا نتیجہ

اگر زمین کا تمام لگان موقوف کر دیا جائے تو گو اول اول کاشت کار کو کسی قدر فائدہ ہو سکتا ہے لیکن عام لوگوں کو ذرا بھی فائدہ نہ ہوگا۔ اشیائے خوردنی کی قیمت میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔ کیونکہ غلہ وغیرہ اشیاء خوردنی کی قیمت کا اندازہ اُس خرچ سے نہیں کیا جاتا جو اُن کو عمدہ زمین میں کاشت کرنے سے عائد ہوتا ہے بلکہ قیمت اُس لاگت کے حساب سے مقرر کی جاتی ہے جو خراب سے خراب زمین کی پیداوار پر صرف ہوتی ہے جیسا کہ ہم باب سوم میں بیان کر آئے ہیں۔ پس اگر تمام لگان موقوف ہو جائے تو جس شخص کے پاس سب سے زیادہ خراب زمین ہے اُس کی حالت کچھ بہتر نہ ہوگی اور وہ اپنے غلہ کو سستا فروخت نہیں کر سکیگا

مگر جس شخص کے پاس عمدہ زمینیں ہیں وہ بھی غلہ کو ارزاں نہیں بیچے گا - بلکہ زائد منافع کو اپنی گرہ میں رکھے گا - اور تھوڑے عرصہ میں کوئی مالدار آدمی اُس زرخیز زمین کو خرید لے گا - اور کسی ایسے شخص کو زراعت کے لئے دے گا - جو اُس کو معقول لگان دینے پر رضامند ہو - لیکن اس بات کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ کاشت کار کو زمین کا لگان معاف کر دیا جائے - زمین کے استعمال کے عوض میں اسی طرح لگان ادا کرنا چاہئے جس طرح کسی دوسرے آدمی کے مویشی - ہل - مکان وغیرہ کے استعمال کی وجہ سے کرایہ ادا کرنا پڑتا ہے - معافی کی زمین حاصل کرنے کا صرف یہ طریقہ ہے کہ بذریعہ وراثت یا خرید کے وہ زمین ہماری ملکیت میں آجائے -

حقوق مالکانہ اراضی کی قسمیں

ہندوستان میں مثل یورپ کے حقوق مالکانہ اراضی بہت مختلف قسم کے ہیں اور اسی وجہ سے زمیندار بہت سے مختلف طریقوں پر لگان وصول کرتے ہیں لیکن وصولی لگان کا اصول ہر حالت میں یکساں ہے یعنی جو منافع زمین سے حاصل ہوتا ہے اس میں زمیندار کم یا زیادہ حصہ کا شریک ہوتا ہے - ہم کو معلوم ہے کہ ہندوستان کے بعض مقامات میں لگان ہمیشہ کے لئے ایک ہی شرح پر مقرر کئے جاتے ہیں اور بعض مقامات میں ہر دس یا بیس یا تیس ۳۰ سال کے بعد شرح لگان میں ترمیم کی جاتی ہے اور بعض مقامات میں جیسا کہ بمبئی کی طرف رواج ہے ہر سال اصل پیداوار زراعت پر لگان مقرر کیا جاتا ہے ہندوستان جیسے بڑے ملک کے لئے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کون سا طریقہ سب سے اچھا ہے - تمام دنیا کے لئے کسی خاص قاعدہ کا مقرر کرنا تو درکنار رہا وصولی لگان کا طریقہ ملک کی

آب وہوا لوگوں کے عادات واطوار اور گورنمنٹ کے استحکام وانصاف پر زیادہ تر منحصر ہے۔

بنگالہ کا لگان

ہندوستان کے زیادہ تر حصہ کی زمین براہ راست سرکار انگریزی کی ملکیت ہے اور جس قدر لگان ہر ایک گاؤں یا ہر ایک کاشت کار کو ادا کرنا چاہئے سرکار اس کو معین کر دیتی ہے۔ مگر صوبہ بنگالہ کے وسیع علاقہ کی زمین تخمیناً سو سال قبل زمینداران حال کے آبا و اجداد کو ایک مقررہ لگان پر ہمیشہ کے لئے سرکار نے دے دی[1] تھی اب یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ نہ صرف بلحاظ مفاد سرکاری بلکہ رعیت کے فائدے کے اعتبار سے بھی یہ بڑی سخت غلطی تھی کیونکہ کاغذات بندوبست میں رعیت کے حقوق کی کافی طور پر حفاظت نہیں کی گئی تھی اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ بنگالہ میں زمین کی قیمت بہت ہی زیادہ بڑھ گئی ہے اور شاید سو سال پہلے کی نسبت اب پانچ گنی بلکہ دس گنی قیمت ہو گئی ہے اور کل یا تقریباً کل منافع زمینداروں کے پاس جاتا ہے اور اس سے نہ تو سرکار کو کچھ نفع پہنچتا ہے نہ کاشت کار کو۔ اس دوامی بندوبست کے وقت جن لوگوں کے آبا و اجداد کی حیثیت ایک محصل مال گزاری یا کارندہ سے زیادہ نہ تھی اب وہی لوگ وسیع جاگیروں کے مالک اور نہایت مالدار و آسودہ حال ہیں مگر بدقسمتی سے ان جاگیرداروں میں سے بہت سے آدمی اچھی طرح یہ بھی نہیں جانتے کہ زمیندار کے کیا فرائض ہیں؟ اور دولت مند آدمی پر غریب آدمی کے کیا حقوق ہیں؟

[1] اس سے مراد بنگالہ کا دوامی بندوبست ہے جو لارڈ کارنوالس کے زمانہ میں ۱۷۹۳ء میں کیا گیا تھا۔ مترجم

جدید قانون لگان

آج کل اس بات کی کوشش ہو رہی ہے کہ ایک جدید قانون لگان کے ذریعہ سے ان دقتوں کو رفع کر دیا جائے۔ امید ہے کہ اس قانون کے اثر سے لگان کی ناواجب زیادتی کا انسداد ہو جائے گا۔ اور کاشت کار کے لئے ایک **مستقل حقوق مالکانہ** قرار دیا جائے گا اور اس کے ساتھ ہی زمیندار کو اس کا **واجبی لگان** جلدی اور آسانی سے وصول ہو سکے گا۔

اس میں کلام نہیں کہ اس معاملہ کا اس طور پر تصفیہ کر دینا جس سے زمیندار اور کاشت کار دونوں راضی ہو جائیں بہت مشکل ہے۔ اور جب تک دونوں فریق امن و آسایش کی خاطر ایک دوسرے کے ساتھ کسی قدر رعایت نہ کریں اس وقت تک زمیں دار اور رعیت دونوں کی دلجمعی کر دینا تقریباً محال ہے۔

لگان زیر حکومت سرکار انگریزی اور اُس کی مقدار بمقابلہ زمانہ شاہان سلف

ہندوستان اور خاص کر بنگالہ میں سڑکوں اور ریلوں کی بڑی وسعت کی وجہ سے کاشت کار کو قدیم زمانہ کی نسبت پیداوار زمین کی قیمت بہت زیادہ حاصل ہو سکتی ہے اس لئے ضرور ہے کہ کاشتکار اُس نفع کا کچھ حصہ زمیندار یا سرکار کو دینے کے لئے آمادہ ہو کیونکہ سرکار نے رعایا کے فائدے کے لئے یہ سب ریلیں بنائی ہیں۔ اور **قزاقوں** ڈکیتوں اور سپاہیوں کی دست برد سے جو قدیم زمانہ میں رعیت کو لوٹتے کھسوٹتے اور ظلم و ستم کرتے رہتے تھے محفوظ کر دیا ہے۔ آج کل کاشت کار اُن مصیبتوں کو بھول گئے یا جانتے ہی نہیں جو اُن کے باپ دادوں کو جھیلنی پڑتی تھیں۔ اُن کے ساتھ ہل چلانے والے بیلوں کی نسبت کچھ بہتر سلوک نہیں کیا جاتا تھا۔ اگر فصل اچھی ہو گئی تو

اپنا پیٹ بھر لیتے تھے ورنہ قحطوں میں یا تو فاقہ کشی کرتے تھے یا مرجاتے تھے۔ اُس زمانہ میں کسی کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کس قدر لگان سالانہ ادا کرنا چاہئیے یا یہ کہ مالگزاری کا مطالبہ کب کیا جائے گا؟ زمانہ قدیم میں سلطنت دہلی میں رعیت کو اس قدر لگان ادا کرنا پڑتا تھا جو تمام پیداوار کے **ایک ثلث** اور کبھی کبھی **ایک نصف** حصہ تک بھی پہنچ جاتا تھا۔ اور جب قحط یا وبا آتی تھی تو ہزاروں آدمی مرجاتے تھے اور سینکڑوں گانوں جو آج کل دولت مند اور خوشحال ہیں ویران اور بے چراغ ہوجاتے تھے۔ بدقسمتی سے ہندوستان کی بعض دیسی ریاستوں میں اب بھی ایسے مقام ہیں جہاں نہایت بے قاعدہ اور ظالمانہ طریقہ سے لگان وصول کیا جاتا ہے مگر اس بات کی امید ہے کہ بتدریج سرکار انگریزی کے باضابطہ اور عادلانہ انتظام کی پیروی کی جائے گی سرکار انگریزی نے ہندوستان میں پیداوار زمین کی قیمت کے $\frac{۱}{۱۵}$ حصے سے زیادہ کبھی نہیں لیا ہے اور خراب اضلاع میں تو اس قدر کم لگان ہے کہ اکثر اوقات پیداوار کا صرف $\frac{۱}{۳۰}$ حصہ وصول کیا جاتا ہے اِس طرح کاشتکار کو قحطوں کا تدارک کرنے اور اپنے **مکانات۔ مویشی اور آلات زراعت** کو ترقی دینے کے لئے بہت کچھ موقع مل جاتا ہے۔ سرکار انگریزی کی یہ خواہش ہے کہ رعیت ساہوکاروں کے لین دین سے آزاد ہوجائے مگر جب تک رعیت خبردار نہ ہوجائے اور مرفہ الحالی میں **فضول کھیل تماشوں اور بیاہ شادیوں** میں روپیہ کے اڑانے سے باز نہ رہے اُس وقت تک ساہوکاروں کے پھندے سے اُس کی رہائی کسی طرح نہیں ہوسکتی۔ خواہ زمین کا لگان کتنا ہی کم کیوں نہ کر دیا جائے۔

باب ششم

ٹیکس یا محصول

ٹیکس کی ضرورت کیوں ہے ۔غیر منتظم سلطنتوں میں ٹیکس کا وصول کرنا ۔ وصولی ٹیکس کے متعلق چار بڑے بڑے قانون ۔ ان قوانین کی تشریح ۔ سیلف گورنمنٹ ۔

ٹیکس کی ضرورت
ٹیکس لگانے کا اختیار کس کو حاصل ہے

تمام شائستہ ممالک میں رعایا سے ٹیکس وصول کرنا ایک ضروری بات سمجھی جاتی ہے ۔ تاکہ وہ اخراجات جو گورنمنٹ کو انتظام سلطنت کے لئے برداشت کرنے پڑتے ہیں پورے ہوسکیں ۔ مثلاً رعایا کے جان و مال کی حفاظت جلد اور کم خرچ میں سب کا انصاف کرنا اور امیر و غریب دونوں کو مدد دینا تاکہ وہ اپنی اپنی حیثیت کے موافق فارغ البالی اور آسودہ حالی کے ساتھ زندگی بسر کرسکیں انگلستان اور یورپ کے تمام بڑے ملکوں میں صرف وکلائے رعایا کی منظوری سے ٹیکس لگایا جاتا ہے بادشاہ کو ٹیکس لگانے کا اختیار نہیں ہے ۔ وہ یہ بھی نہیں کرسکتا کہ اُس روپیہ کو کسی دوسری سلطنت کے ساتھ جنگ کرنے میں صرف کردے یا اُس روپیہ سے اپنے تئیں اور اپنے دوستوں کو دولتمند بنا رہے یا جس کام میں چاہے اُس کو خرچ کر ڈالے ۔ روپیہ خرچ کرنے کا اختیار بھی رعایا ہی کو حاصل ہے رعایا جس طرح چاہتی ہے اپنے

ہی فائدہ کے لئے اپنے اوپر ٹیکس لگاتی ہے اور خود ہی اس بات کا فیصلہ کرتی ہے کہ اُس روپیہ کو کن کن مصارف میں صرف کیا جائے۔

برٹش انڈیا[۱] میں ٹیکس لگانے کا اختیار نواب گورنر جنرل بہادر اور اُن کی کونسل کو حاصل ہے۔ زمانہ قدیم میں حاکم وقت کی مرضی کے موافق ہندوستان میں ٹیکس وصول ہوتا تھا۔ اور وہ جس طرح چاہتا تھا اُس کو خرچ کرتا تھا۔ اب جو روپیہ سرکار انگریزی وصول کرتی ہے اُس کی آمد اور خرچ کی خوب اچھی طرح جانچ پڑتال کی جاتی ہے نہ صرف ہندوستان میں بلکہ انگلستان کی بڑی قومی مجلس (پارلیمنٹ) میں بھی ایک ایک آنہ کا حساب دینا اور اُس کا مصرف اور مقصد قلمبند کرنا پڑتا ہے۔ گورنمنٹ ہند ہر سال ایک موازنہ (بجٹ) تیار کرتی ہے جس میں ایک طرف گذشتہ سال کا خرچ مدوار دکھایا جاتا ہے اور دوسری طرف سال آئندہ یا سال حال کی آمدنی کی مدات (ٹیکس وغیرہ) بتائی جاتی ہیں جن سے خرچ مقررہ پورا ہوگا۔ اس موازنہ پر اول کلکتہ میں بحث ہوتی ہے اور بعد میں مزید بحث اور منظوری کے واسطے اس کو انگلستان بھیجدیا جاتا ہے۔

غیر منتظم سلطنتوں میں ٹیکس کی وصولی

ہندوستان میں قدیم زمانہ میں خراج۔ محصول۔ یا ٹیکس کا لفظ قزاقی و رہزنی کا مرادف تھا۔ یعنی خراج وغیرہ کے نام سے زبردست زیر دستوں کو لوٹتے کھسوٹتے رہتے تھے بلکہ ہندوستان کے بعض حصوں میں اب بھی یہی حالت ہے زبردست اور طاقتور آدمی کمزوروں اور غریبوں سے جس قدر رقم چاہتے وصول کر لیتے تھے

[۱] ہندوستان کا وہ حصہ جو خاص سرکار انگریزی کی عملداری میں ہے۔ مترجم

اور رقم وصول طلب کی نہ تو مقدار ہی معین ہوتی تھی اور نہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ کس چیز کے معاوضہ میں وہ رقم وصول کی جاتی ہے ٹیکس وصول کرنے کی ایک بڑی وجہ یہ ہوتی ہے کہ رعایا کے جان و مال کی حفاظت کی غرض سے **فوج** اور **پولیس** کو تنخواہیں دی جائیں مگر قدیم زمانہ میں جان و مال کی حفاظت برائے نام تھی شاید بعض والیان ملک کو اس بات کا خیال بھی نہیں آتا تھا۔ اور غریب رعیت سے ہل چلانے والے بیلوں کی طرح سلوک کیا جاتا تھا۔ جو صبح سے لے کر رات تک اپنا لہو پسینہ ایک کر دیتے تھے۔ اور حکام کی دست برد سے جو کچھ بچا کھچا اُن کے پاس رہ جاتا تھا جس طرح ہو سکتا اُسی پر گزران کرتے اور اپنا پیٹ پالتے تھے۔ جن سلطنتوں کا نظم و نسق با اصول اور با ضابطہ نہیں ہے۔ اور ہندوستان میں اب بھی بعض دیسی ریاستیں ایسی موجود ہیں۔ وہاں سوا اس کے کہ حاکم سلطنت کی شان و شوکت اور عیش و عشرت کو ترقی دی جائے۔ وصولی ٹیکس کا کوئی دوسرا مقصد بہت کم خیال کیا جاتا ہے ایسے ملکوں میں جو روپیہ بنام نہاد خراج یا ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔ اُس کو نکمی **فوج۔ فضول عمارات** اور سب سے بڑھ کر **بادشاہ کے عیش و عشرت** میں صرف کر دیا جاتا ہے۔ مال داروں سے کم اور غریبوں سے زیادہ لیا جاتا ہے اور اس کے معاوضہ میں اُن کو کچھ فائدہ نہیں پہنچایا جاتا۔

وصولی ٹیکس کے متعلق چار بڑے قانون

انگلستان کے ایک بڑے دانش مند نے جس کا نام ایڈم سمتھ ہے۔ تعین ٹیکس کے متعلق چار بڑے بڑے قانون تجویز کئے ہیں جو حسب ذیل ہیں:-

اوّل۔ رعایا سے حسب حیثیت ٹیکس وصول کرنا چاہئے۔ یعنی دولتمندوں کو زیادہ ٹیکس ادا کرنا چاہئے اور غریبوں کو کم۔

دوم۔ جو ٹیکس ہر ایک شخص کو ادا کرنا پڑتا ہے اُس کی مقدار محدود اور معیّن ہونی چاہئے یعنی کسی شخص کی مرضی سے یا ایک مدت پہلے سے نوٹس دیئے بغیر ٹیکس میں کمی بیشی نہیں ہونی چاہئے۔

سوم۔ ٹیکس اس طرح پر وصول کرنا چاہئے کہ اُس کے ادا کرنے والوں کو باعتبار مدت و طریقہ ادائیگی سب سے زیادہ سہولت ہو اور اُن کو ٹیکس دینا گراں نہ گزرے۔

چہارم۔ ٹیکس اس قسم کے ہونے چاہئیں کہ جو رقم ٹیکس ادا کرنے والوں سے وصول ہو جہاں تک ممکن ہو اُس کا بہت سا حصہ سرکاری خزانہ میں داخل ہو جائے۔

پانچواں قانون

اِن چاروں قانونوں کے سوا ایک پانچواں قانون بھی ہندوستان جیسے ملکوں کے واسطے زیادہ کیا جا سکتا ہے یعنی ٹیکس وصول کرنے کے بعد اُس کو صرف رعایا کے فائدہ کے واسطے صَرف کرنا چاہئے نہ کہ والی ملک کے فائدہ اور عیش کی غرض سے۔ اب ہم اِن قوانین کا مطلب بیان کرتے ہیں۔

پہلے قانون کی تشریح

پہلا قانون۔ صریحًا قرین انصاف ہے۔ دولتمند آدمی کو حفاظت جان و مال و اسباب کی زیادہ ضرورت ہے۔ اور وہ اِس حفاظت کے معاوضہ میں سرکار کو زیادہ ٹیکس ادا کرنے کا مقدور رکھتا ہے غریب آدمی کے پاس ایسی چیزیں کم ہوتی ہیں جن کی حفاظت ضروری ہے اِسی وجہ سے دولتمند آدمی کی نسبت اُس سے کم ٹیکس لینا چاہئے۔

دوسرے قانون کی تشریح

دوسرا قانون بھی بالکل درست اور بجا ہے جب تک کسی شخص کو اس بات کا اطمینان نہ ہو کہ اُس کو کس قدر رقم ادا کرنی پڑے گی اُس وقت تک وہ اپنے کاروبار کا مناسب طور پر انتظام نہیں کرسکتا - اس کے علاوہ اگر ٹیکس کی مقدار معین نہ ہو اور ہر ایک شخص کو اُس سے آگاہ نہ کر دیا جائے - تو ٹیکس ادا کرنے والا بالکل عہدہ داران وصول کنندہ ٹیکس کے قابو میں رہتا ہے - اور یہ لوگ بسا اوقات غریبوں پر ظلم کیا کرتے ہیں -

تیسرے قانون کی تشریح

تیسرا قانون کسی قدر زیادہ شرح طلب ہے - ٹیکس کا وصول کرنا ایسے **وقت** میں زیادہ آسان اور مناسب ہو گا جب کہ ٹیکس دینے والے کے پاس روپیہ موجود ہو - بہ نسبت اُس وقت کے کہ اُس کے پاس روپیہ نہ ہو - مثلاً ایک کاشتکار سے ٹیکس یا لگان وصول کرنے کے لئے سب سے عمدہ اور معقول زمانہ فصل کو کاٹ کر کھیت سے اُٹھا لینے کے بعد ہے اگر فصل سے پہلے کاشتکار سے مطالبہ کیا جائے تو اُس کو روپیہ کا ادا کرنا سخت دشوار ہو گا -

علی ہٰذا القیاس وصولی ٹیکس کا **سب سے زیادہ سہل اور آسان طریقہ** اختیار کرنا چاہئے مثلاً اگر شراب پر محصول لینا ہو تو یہ طریقہ زیادہ آسان ہے کہ شراب فروش سے محصول لے لیا جائے بہ نسبت اس کے کہ ہر ایک خریدار سے جداگانہ براہ راست محصول طلب کیا جائے جو ٹیکس **فی کس یا فی راس** علٰحدہ علٰحدہ وصول کیا جاتا ہے اُس سے ہر شخص کو بڑی **دقت** پیش آتی ہے اور خرچ بھی بہت پڑتا ہے - مگر **نمک** پر جس کو ہر شخص استعمال کرتا ہے تھوڑا سا محصول لگا دینے سے وہی فی

کس محصول نہایت آسانی سے وصول ہوجاتا ہے۔ اور محصول ادا کرنے والوں کے ساتھ بحث و تکرار کا موقع نہیں آتا۔

چوتھے قانون کی تشریح

چوتھے قانون کا مطلب یہ ہے کہ ایسا ٹیکس لگانا سراسر ناواجب اور داخل نادانی ہے جس کے وصول کرنے کے اخراجات اس قدر زیادہ ہوں کہ بعد منہائی اخراجات خزانہ سرکاری میں داخل کرنے کے لئے تھوڑی سی رقم باقی رہ جائے۔ مثلاً اگر **سکونتی مکانات** کی **جسامت** اور **طول و عرض** کے مطابق ٹیکس لگایا جائے تو ایسی ہی صورت پیش آئے گی۔ ہر سال تمام مکانات کی پیمایش درج کرنے کے لئے پیمایش کرنے والوں اور محرروں کا ایک بہت بڑا عملہ رکھنا پڑے گا۔ اور تقریباً وہ سب روپیہ جو ٹیکس سے وصول ہوگا۔ ٹیکس کے وصول کرنے ہی میں صرف ہوجائے گا لوگوں کو سخت تکلیف ہوگی۔ اور اس سے کوئی نفع نہ ہوگا۔

پانچویں قانون کی تشریح

پانچویں قانون کے لئے ممالک یوروپ اور خاصکر انگلستان میں تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔ کیوں کہ اُن ملکوں کے باشندے اپنے حقوق سے پوری طرح واقف ہیں۔ وہاں **سلطنت** کے **بقا و قیام** کی **پہلی شرط** یہی ہے کہ وہ **اہل ملک کی مرضی** سے **اور اُن کو فائدہ پہنچانے کے واسطے قائم** ہے اور اُسی غرض سے وہاں ٹیکس وصول کیا جاتا ہے مگر ہندوستان اور دنیا کے اور بہت سے ملکوں میں لوگوں کو حاکم اور محکوم کے فرائض ابھی بہت کچھ سیکھنے ہیں۔ اب وہ زمانہ قریب ہے کہ کم از کم برٹش انڈیا کی رعایا ٹیکس اور **خرچ** کی بابت عملی واقفیت حاصل کرے گی۔

سیلف گورنمنٹ

گورنمنٹ ہند برٹش انڈیا کی رعایا کو ٹیکس وصول کرنے اور تمام مقامی معاملات میں بطور خود **حکومت و انتظام** کرنے کے اختیارات[ف] عنقریب عطا کرنے والی ہے تاکہ دیسی ریاستوں کے واسطے ایک نظیر قائم کی جائے۔ رعایا کو اس بات کی اجازت دی جائے گی کہ اپنے اپنے ضلعوں میں ٹیکس کی قسم اور **مقدار** معین کرے اپنے وکلا (ممبروں) کے ذریعہ سے اُس کو اس بات کا بہت کچھ حق حاصل ہوگا۔ کہ جن **اغراض و مقاصد** کے واسطے اُس روپیہ کا صرف کرنا مناسب سمجھے اُن کو بھی معین کرے۔ یہ تجربہ ایک **جرأت** کا کام ہے اور اس کی کامیابی ہندوستان کے تعلیم یافتہ لوگوں کی **دانائی** اور زیادہ تر **صبر و استقلال** پر منحصر ہے اُن کو یاد رکھنا چاہئے کہ **یورپ** اور خاص کر **انگلستان** کے لوگوں نے **بتدریج** کئی صدیوں میں اس طریق حکومت کی تعلیم حاصل کی ہے۔ حالانکہ ہندوستان

[ف] مصنف کی مراد لوکل سیلف گورنمنٹ سے ہے جس کی رو سے رعایا کو میونسپل ٹیکس (چونگی) اور لوکل سس (محصول مقامی) وصول کرکے روشنی۔ صفائی۔ تعلیم وغیرہ ضروری اخراجات میں بطور خود صرف کرنے کے اختیارات دیئے گئے ہیں۔ بڑے قصبہ میں جو کمیٹی اس قسم کا انتظام کرتی ہے۔ اُس کو میونسپل کمیٹی کہتے ہیں۔ اسی طرح تحصیل کی کمیٹی کو **لوکل بورڈ** اور ضلع کی کمیٹی کو **ڈسٹرکٹ بورڈ** کہتے ہیں ۱۸۸۳ء میں جبکہ مصنف نے یہ کتاب لکھی تھی۔ لوکل سیلف گورنمنٹ کا مسئلہ زیر تجویز تھا مگر ۱۸۸۴ء یعنی لارڈ رپن کے زمانہ سے عام طور پر تمام **برٹش انڈیا میں لوکل سیلف گورنمنٹ** قائم ہوگئی ہے۔ مترجم +

میں صورت معاملہ بالعکس ہے۔ یہاں اس طرز حکومت (لوکل سیلف گورنمنٹ) کے فرائض اور ذمہ داریاں لوگوں کے اوپر یک لخت عاید ہوں گی۔ اور نہایت ہی احتیاط اور تحمل کے ساتھ اُن کو عمل میں لانا چاہئے تاکہ اس کام میں ناکامی نہ ہو ⁂

تمام شد

رائے عالیجناب مولانا مولوی خواجہ الطاف حسین صاحب حالی مدظلہم العالی

میں نے رسالہ "قوانین دولت" کو اول سے آخر تک بنظر غور دیکھا۔ اگرچہ پولیٹیکل اکانمی میں اب سے پہلے متعدد کتابیں انگریزی سے ترجمہ ہوئی ہیں مگر ابتک شاید کسی ایسی کتاب کا ترجمہ نہیں ہوا تھا جو مدارس کی درمیانی جماعتوں کی استعداد اور سمجھ کے لایق ہو اور نیز عام اردو دان بھی اُس کے مضامین سے مستفید ہو سکیں۔

اردو میں یہ رسالہ دو وجہ سے امتیاز رکھتا ہے۔ اول تو مترجم نے ترجمہ کے لئے ایسی کتاب انتخاب کی ہے جس میں مصنف نے اس فن کی ابتدائی مگر نہایت اہم اور ضروری باتوں کے بیان پر اکتفا کیا ہے اور ایسے دقیق مسائل سے کچھ تعرض نہیں کیا جو عام ذہنوں سے بالاتر ہوں۔ دوسرے خود مترجم نے جو انگریزی کے سوا عربی۔ فارسی اور اردو میں بھی عمدہ لیاقت رکھتے ہیں۔ اس بات میں نہایت کوشش کی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ترجمہ بامحاورہ اور فصیح اردو میں ہو اور بیان میں کسی قسم کی گنجلک یا الجھاؤ باقی نہ رہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اس رسالہ کی اشاعت سے مصنف اور مترجم دونو کا مقصد بخوبی حاصل ہوگا۔ اور یہ کتاب متوسط درجہ کی استعداد والوں کے لئے جو اس فن سے واقفیت پیدا کرنا چاہیں۔ بمنزلہ رہنما کے ثابت ہوگی ؎

راقم الطاف حسین حالی

اعلان

کتب مفصلہ ذیل منیجر عصر جدید میرٹھ شہر سے نقد قیمت وصول ہونے یا بصیغہ ویلیو بے ایبل پارسل طلب کرنے پر مل سکتی ہیں:-

(۱) **قوانین دولت** - یعنی اُردو ترجمہ پولیٹیکل اکانومی مصنفہ مارس ہیل صاحب از مولوی خواجہ **غلام الحسنین** صاحب - یہ کتاب جملہ شائقین اور نیز طلبۂ مدارس کے لئے نہائت مفید ہے اور اُردو زبان میں بلحاظ سلاست زبان اور خوبی بیان کے اعلےٰ درجہ کی کتاب ہے - ضخامت چار جز سے زیادہ لکھائی چھپائی اور کاغذ اعلےٰ درجہ کا ہے - قیمت صرف ۴/ *

(۲) **اُصول تربیت** - اِس میں نہائت عمدہ ترتیب کے ساتھ سات باب ہیں اور ہر باب میں بہت سی فصلیں ہیں - جسمانی عقلی - اور اخلاقی تربیت کے مقاصد اور اصول بتائے گئے ہیں اور معائب کی اصلاح کے طریقے عمدہ طور پر سمجھائے ہیں - معلّموں اور بچّوں کے والدین کے لئے ازبس مُفید ہے - کاغذ - لکھائی - چھپائی سب عمدہ ہیں - ضخامت سات جُز سے زیادہ ہے - قیمت صرف ۷/ *

(۳) **مضامین متعلق بہ اصلاح و ترقی** - از مولوی خواجہ **غلام الثقلین** صاحب بی اے - ایل ایل بی - وکیل ہائی کورٹ - اس کتاب میں نو مضامین اور تقریریں ہیں - اور بقول **کشف الحقائق** قوموں کے تنزّل اور ترقّی اور اصلاح کے اسباب کو ان مضامین میں اس دل آویز طرز سے ترتیب دیا ہے کہ اُردو میں آج تک نہیں دیکھے گئے *